حجتِ خدا امام العصر والزّمان

کی

ہر لمحہ ضرورت

ماخوذ: نظامِ ہدایت وتقلید، بیان الامامتؑ، توحید والعدل

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

فہرست

سیریل نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
	حجتِ خدا، امام العصر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر لمحہ ضرورت	1
1	وہ تصور کیا ہے جس سے مسلمانوں کا یہ حال ہوا ہے؟	4
2	اسلامی تعلیمات کا ایک قدیم تصور	5
3	تعلیماتِ خداوندی منقطع نہیں ہوئیں امامؑ زمانہ ہر لمحہ موجود اور برسر کار ہیں	6
4	اللہ و رسولؐ اور امامؑ زمانہ سے رابطہ و استفادہ کی راہیں کھلی ہیں	10
5	کیا ہمارے یہ نام نہاد علما شیعہ موالیانِ اہلبیتؑ ہیں؟	11
6	تا قیامت ہدایات کی فراہمی اللہ، انبیاؑ اور آئمہؑ کی ذاتی ذمہ داری ہے	12
7	آئمہؑ کی اطاعت نہ کرنا ہر معاملہ میں انکا حکم و فیصلہ حاصل نہ کرنا کفر و شرک ہے	14
8	امامؑ العصر والزمان وحدتِ اسلامی نہیں، بین المذاہب نظامِ مساوات قائم کریں گے	16
9	امامت و نیابت	17
10	ظہور اور حکومتِ امامؑ آخر الزمان کی اغراض و مقاصد و فوائد	18
11	امامؑ العصر والزمان ہی اللہ و رسولؐ کے آخری نمائندہ ہیں	25
12	امامؑ زمانہ ہی حجت اللہ اور دینِ حقیقی و ایمانِ کلّی ہوتے ہیں	27
13	ذکرِ وجودی کی اطاعت ہی عبادت اور نجات کی ضامن ہے ورنہ گمراہی ہے	29
14	اعمال کی نتیجہ خیزی	31
15	قربۃً اِلی اللہ	33
16	جمعہ و عیدین و حج	34

17	مہدویت	34
18	نصرت وناصرین	41
19	نصرتِ امامؑ زمانہ واجب ہی نہیں بلکہ لازم ہے	43
20	ناصرینِ امامؑ کا معیار	44
21	بیعت	45
22	معاہدہ نصرت برائے حضرت حجتؑ	48
23	نصرت کیلئے شاہراہ، شاہراہِ انسانیت یعنی عزاداری	51

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''حجتِ خدا، امام العصر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر لمحہ ضرورت''

شیعہ لیبل کے نظامِ اجتہاد نے امامِ دوازدھم (12) حضرت حجت بن حضرت امام حسن عسکری علیھما الصلوٰۃ والسلام کو پبلک کی نظر میں اس طرح غائب کر کے پیش کیا ہے کہ اب امامؑ زمانہ کا ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہو کر رہ گئے۔ یعنی وہ حضرتؑ موجود ہوں تب بھی اُن سے نوع انسان کو کوئی محسوس فائدہ نہیں ہے اور موجود نہ ہوں تب بھی کوئی خاص حرج ونقصان نہیں ہے۔ نہ اُنؑ سے رابطہ قائم کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ نہ ملاقات و پرسشِ سوالات وحالات ممکن ہیں۔ اس گروہ کی دوسری شاخ نے تو ایک تیرھویں امام کی ضرورت ثابت کرنے کیلئے ہزاروں صفحات کالے کر ڈالے ہیں اور خود امامِ زمانہ بن بیٹھنے کی راہیں نکال کر ایک الگ طاغوتی مرکز بنا کر بیٹھ گئے۔ فی زمانہ حکومتیں بھی ان حضرات کے قبضہ میں ہیں جو اسلامی قوانین کے اجراء کیلئے ضروری تھیں اب اسلامی حکومت ہے اسلامی قوانین ہیں ان کا اجراء اپنے کنٹرول میں ہے اس سے زیادہ اللہ ورسولؐ کو کیا چاہئے؟ وقت کے حُسین بھی پیدا ہو رہے ہیں اور وقت کے امام زمانہ بھی موجود ہیں پھر بارہویں امام، امام العصرؑ والزمان کی کیا ضرورت ہے؟ ہمہ قسمی ضروریاتِ دینی ودنیاوی پوری ہو رہی ہیں، اجتہادی مسائل کی فیکٹریاں چل رہی ہیں، ہر مسئلہ کا حل حاضر ہے۔

ایک صاحبِ کتاب فرماتے ہیں:

''غیبت صغریٰ (22) سے لیکر اس وقت تک ہزار سال سے زیادہ گزر گئے اور ممکن ہے ایک لاکھ سال اور گزر جائیں اور مصلحت (الٰہی) کا تقاضہ نہ ہو کہ حضرت کا ظہور ہو تو کیا اس پوری مدت میں احکام اسلام معطل رہیں اور ان کا

اجرا نہ ہو؟ جس کا جو جی چاہے کرے؟ کیا یہ حرج و مرج نہیں ہے؟ جن قوانین کی تبلیغ ونشر واجرا کیلیئے رسول اللہ نے 23 سال تک جان فرسا زحمت اٹھائی وہ صرف محدود مدت کیلیئے تھی؟ کیا خدا نے اجرائے احکام کی مدت صرف دوسو سال رکھی تھی اور غیبت صغریٰ کے بعد اسلام نے ہر چیز کی آزادی دے دی؟''

حکومت اسلامی (امام خمینی)

مزید پڑھیئے:

''حال ہی میں اسی سلسلہ میں فقہا کی آرا غیبت کے زمانہ میں ان کے اختیارات چند کتابوں میں جمع کیئے گیئے ہیں جو منابع موجود ہیں انہیں آیت اللہ ملا احمد نراقی جو عہد قاچار (ا) کے علما میں سے تھے کی کتاب (غوائدالایام) اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع ہے۔ موصوف نے شروع ہی میں متعدد ہدایات سے تمسک کر کے بطور کلی ثابت کیا ہے کہ زمانہ غیبت میں فقیہ دو چیزوں میں حقِ ولایت رکھتا ہے۔

(1) ان تمام امور جن میں رسول اکرمؐ اور آئمہ معصومینؑ صاحب اختیار تھے اور ولایت رکھتے تھے البتہ جن مقامات کو دلیل شرعی مستثنیٰ کردے وہ اس کلیہ سے خارج رہیں گے۔

(2) ان تمام امور جو بندگان خدا کے دین یا دنیاوی امور سے مربوط ہیں اور ان کا انجام دینا ضروری ہے۔'' حکومت اسلامی (امام خمینی)

قارئین آپ نے ''اسلامی حکومت'' کے خیالات اور عملدرآمد پڑھ لیا اور اب جسارتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ملتِ شیعہ میں عوام کے سامنے کئی کئی دن کے سیمینار کیئے جارہے ہیں اور مقالے لکھے جارہے ہیں۔ موضوع ہے'ملت شیعہ میں امامؑ زمانہ کا تصور ختم کر

کے مہدویت کے تصور کو اجاگر کیا جائے' مطلب یہ ہے کہ امامؑ العصر والزمان کی ذات کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ کوئی ضرورت ہے۔ صرف امامت کے کاموں پر توجہ رکھیں جس کیلئے ہم موجود ہیں اور کماحقہ پورا کر رہے ہیں؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن۔

اُمت کے عوام الناس کو محمدؐ مصطفیٰ کی نبوت و حکومت و تعلیمات اور اسلام کے نام پر جو کچھ بتایا گیا وہ دل و جان سے اسے قبول کرتے اور عمل کرتے آج تک چلے آرہے ہیں اور قیامت تک عمل کرتے چلے جائیں گے۔ یعنی عوام اُمت نے کبھی بھی اللہ و رسوؐل کی تعلیمات کے خلاف سوچا نہ عمل کیا۔ لیکن اُمت میں داخل دانشورانِ قوم و ملت نے جو کچھ کیا اور جس طرح کیا اور جن وجوہات کی بنا پر کیا وہ ایک داستانِ الم ہے اور قرآن کریم میں لکھی ہوئی محفوظ ہے۔ اگر اسلام میں داخلی تصادم، خانہ جنگیاں، قتل عام اور تعلیماتِ رسوؐل سے بغاوت نہ کی جاتی تو اُمتِ اسلامیہ صدی کی دوسری چوتھائی میں معراج اور تسخیرِ کائنات کی منزل میں ہوتی اور آج کہاں ہوتی؟ قرآنی پروگرام کی رو سے آج اُمت مسلمہ کو ترقی کے سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر کہیں عرش اعظم کے گرد و نواح میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن جس تصورِ اسلامی کو دانشوران اُمت کی کثرت نے اختیار کیا تھا اور جس پر آج تک عمل ہوتا چلا آرہا ہے جس کے تحفظ میں عوام الناس کی کثرت کو ہر زمانہ میں مصروف و مشغول رکھا گیا ہے اور جس تصور کو قائم رکھنے کیلئے آج بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ کرۂ ارض کی ایک چوتھائی رقبہ پر عارضی حکومت سے آگے نہ بڑھا اور اُن کا تصورِ اسلام اقوامِ عالم میں اور خود ہم مسلک حکومتوں میں تصادم سے ہمیشہ دوچار رہا اور آج اُمت جہاں جہاں اور جن جن ممالک میں ہے دُنیا کی پسماندہ اقوام میں شمار ہے۔ اُن بدترین نتائج سے ہم اور تمام اہل عقل واقف ہیں اور جانتے ہیں مسلمان جب تک اس خودساختہ قدیم تصور اور اس خود فہمیدہ

ترقی پر قائم ہیں ہرگز ترقی یافتہ غیر مسلم و بے دین اقوام کے برابر نہیں آ سکتے۔ وہ جانتے ہیں کہ تمہارا مذہبی تصور اُن کے کافرانہ تصور سے بار بار پٹتا اور شکست کھاتا رہا ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ تم اس تصور کو اپنا دین سمجھنے کی بنا پر کبھی چھوڑنے والے نہیں۔ انہیں اپنے کافرانہ نظام اور اپنی عقل و بصیرت و قوم و ہم آہنگی پر اس قدر بھروسہ اور یقین ہے کہ وہ تمہاری مالی مدد بلکہ اسلحہ فراہم کرنے میں بھی خطرہ محسوس نہیں کرتے۔

1) وہ تصور کیا ہے جس سے مسلمانوں کا یہ حال ہوا ہے؟

جس تصور پر دانشوران اُمت کی کثرت ہمیشہ متفق رہی ہے، یہ ہے کہ:

1۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد دانشوران اُمت اپنی ذاتی سوجھ بوجھ و اسلامی معلومات اور آپس کے مشورے سے جو فیصلہ کریں گے وہ اللہ کی منشا اور اللہ کا حکم اور اسلامی فیصلہ ہوگا۔

2۔ اور پوری اُمت بلکہ ساری نوع انسان کیلئے واجب التعمیل ہوگا۔

3۔ اس کا مخالف اللہ و رسولؐ کا مخالف اور اسلام سے خارج ہوگا۔

4۔ مخالفت پر ضد اور خلاف ورزی کرے تو واجب القتل ہوگا۔

5۔ اُمت کے کسی فرد یا گروہ کو اس فیصلہ سے اختلاف یا کوئی اور فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

6۔ ورنہ ایسا فرد یا گروہ بھی واجب القتل ہوگا۔

7۔ کوئی شخص جب تک مذکورہ بالا دانشور گروہ سے اجازہ یا اجتہاد کی سند حاصل نہ کرلے، قرآن و حدیث سمجھنے کے باوجود فتویٰ، فیصلہ یا حکم صادر نہ کر سکے گا۔

8۔ یہ کہ مذکورہ بالا دانشور گروہ میں یا پوری بنی نوع انسان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جس سے غلطی سرزد نہ ہو۔ حتّٰی کہ خود آنحضرتؐ سے بھی (معاذ اللہ) غلطیاں

ہوتی رہی ہیں۔

9۔ یہ کہ قرآن اور احادیثِ رسولؐ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ضروریات واحتیاجات وتقاضات کا حل پیش نہیں کرتے۔

10۔ ایسا حل مندرجہ بالا دانشور گروہ اپنی بصیرت اور مشورہ سے ہر زمانہ میں پیش کرے گا۔ اور وہ اللہ ورسولؐ کا واجب التعمیل فیصلہ ہوگا۔ اور اس کی مخالفت بھی حسب سابق حرام وقابل تعزیر ومردود ہے۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

11۔ قرآن وحدیث کی ہر وہ تعبیر وتفسیر وروایت نا قابل قبول ومردود ہوگی جو مندرجہ بالا قسم کے دانشوروں کی سند کے بغیر یا انکی تعبیر وتفسیر وروایت کے خلاف ہو۔

12۔ مندرجہ بالا دانشور گروہ پر تنقید وتبصرہ کرنے والا اسلام سے خارج ہوگا۔

اسلامی تعلیمات میں جتنی بھی حرام وحلال، تفرقہ بازی، بدعات، تبدیلیاں وغیرہ آئیں، بفضلِ ابلیس انہی تصورات کی بنا پر ہوئیں۔ آج ہم اقوامِ عالم کے سامنے حقیر وانحطاط پذیر ہیں۔ اس تصور کے برعکس اسلام میں حقیقی تصور موجود ہے۔

2) <u>اسلامی تعلیمات کا ایک قدیم تصور</u>

تمام موجودہ کتبِ خداوندی میں یہ تصور موجود ہے اور قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ اسی تصور کی تصدیق فرمائی ہے کہ ہر رسولؐ یا نبیؐ بحکم خدا اپنا جانشین تیار یا تجویز کرتا ہے اور وہ جانشین اپنے رسولؐ یا نبیؐ کی تمام تعلیمات وصفات کا وارث وحامل ہوتا ہے اور اُمت کے سامنے ان تمام ذمہ داریوں کیلئے جوابدہ ہوتا ہے جو اس نبیؐ یا رسولؐ کی کتاب میں مذکور ہوتی ہیں۔ لہٰذا اُمتِ محمدؐیہ میں چونکہ نبوت ورسالت و سلسلہ وحی ختم ہوگیا اس لئے جانشینِ محمدؐ مصطفٰی اُمتِ محمدیہؐ کی ان تمام ضروریات و احتیاجات وتقاضات کا ایسا حل وتدارک پیش کرنے اور تعلیم دینے کے ذمہ دار ہیں

جس میں کسی قسم کی خامی یا غلطی کا امکان نہ ہو اور چونکہ قرآن کریم میں اللہ نے شرط لگائی ہے کہ؛

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ . المائدہ 5/44

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ . المائدہ 5/45

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ . المائدہ 5/47

ہر معاملہ میں اللہ کا نازل کردہ حکم دیا جائے گا؛

''اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ حکم کے ساتھ فیصلہ نہ کرے وہ کافر و ظالم و فاسق ہے۔''

ظاہر ہے کہ جو حکم قرآن مجید میں نازل شدہ آیت کے الفاظ میں دیا جائیگا اس میں نہ کوئی خامی ہوسکتی ہے اور نہ کوئی غلطی کا امکان ہوسکتا ہے اور اسی شرط سے یہ حقیقت بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں تمام انسانی ضروریات اور متعلقات موجود ہونا چاہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے آئندہ نبوت و رسالت و وحی کا سلسلہ ختم و مکمل کر دیا ہے اور طرح طرح یہ بتا دیا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور یہ کہ؛

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O (سورۂ یوسف 12/111)

''یہ قرآن خود ساختہ احادیث کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ تو تمام موجودہ تعلیمات خداوندی کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر شے کی تفصیل اپنے اندر رکھتا ہے اور اس قوم کیلئے ہدایت و رحمت ہے جو قرآن کی پوزیشن پر ایمان لاتی ہے۔''

یعنی جو قوم یہ مانتی ہی نہیں کہ قرآن کی زیر قلم آیت میں جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے تو نہ وہ ہر شے کی تفصیل قرآن میں مانتی ہے، نہ وہ قرآن میں سے تلاش کی زحمت گوارا کرے گی اور نہ اُسے قرآن میں ملے گی۔ تمام متعلقہ تفصیلات کو نظر انداز کر کے یہ عرض کر دیں کہ

یہ زیرِنظر اسلامی تصور نہ صرف یہ کہ شخصی حکومت چاہتا تھا بلکہ اس کا قدرتی وقرآنی تقاضہ یہ بھی ہے کہ جانشینِ رسولؐ پوری کائنات کی تفصیل پر اسی طرح مطلع ہو جیسا قرآن کے عالم ومعلم رسولؐ کو ہونا چاہیئے۔ان دو بنیادی اصولوں کے خلاف دانشورانِ اُمت نے اپنے خودساختہ تصور کو اختیار کیا جس پر وہ ایک قومی حکومت قائم کرکے آپس کے مشورہ اور دانشوروں کی کثرت کے فیصلوں سے قرآن کا اسلامی نظام نہیں بلکہ قومی حکومت کا نظام چلاسکیں۔

رسولؐ پاک کے بعد آپؐ کے معصومؑ جانشینوں کے ذریعے تعلیماتِ اسلام جاری رہیں۔آئمہ طاہرینؑ کی موجودگی میں اور آخرامام عصروالزمان کی غیبت میں بھی سلسلۂ تعلیماتِ خداوندی منقطع نہیں ہوا۔

3) تعلیماتِ خدواندی منقطع نہیں ہوئیں امامؑ زمانہ ہرلمحہ موجوداور برسرکار ہیں

تیسری صدی ہجری کے آخر میں دانشورانِ اُمت کا خودساختہ تصور تمام تر جزیات کے ساتھ مذہبِ شیعہ میں در آیا۔اہل خلاف نے چار آئمہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند کردیا۔لیکن مذہب شیعہ میں ہزار سالہ سازش اب بھی جوان ہے۔اس بارے میں جب نظام اجتہاد اور مجتہدین سے استفسار اور گرفت کی جاتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ غیبتِ امامؑ کی وجہ سے علم خداندی کا دروازہ بند ہوگیا۔محمدؐ وآل محمدؐ سے رابطہ منقطع ہوگیا ہے۔اب معصومؑ راہنمائی انسانی دسترس سے باہر ہے۔اس لئے ہم قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر غوروفکر کرتے ہیں۔نہایت نیک نیتی اور دینی خلوص کے ساتھ ان مسائل اور ضروریات انسانی پر غور کرتے ہیں جو ہر زمانہ میں مسلمانوں، شیعوں،سنیوں،یا دیگر انسانوں کو پیش آنے والی ہیں۔اگر یہ لوگ یہ بھی کہہ دیتے کہ اس طرح جو فیصلہ یا حکم وہ لوگوں کو دیں گے اس کی اطاعت لازم نہ ہوگی۔جس کا دل

چاہے جو مفید سمجھے عمل کرلیا کرے تو ہم شاید ان لوگوں سے تعارض نہ کرتے جس طرح ہم غیر مسلم علما کے معاملہ میں تعارض نہیں کرتے مگران نام نہاد علما نے تو یہ کہا کہ ان کا حکم واجب الا تباع ، واجب التعمیل اور خلاف ورزی حرام ہے جس کی سزا دی جانا لازم ہے ۔چلو ہم اس پر بھی یہ سمجھ لیتے کہ نظام اجتہاد کے احکام کو بھی ان احکام و قوانین کی حیثیت سے برداشت کرلیا جائے جیسے غیر مسلم حکومتوں کے مسلمان باشندے غیر مسلم ملکی قوانین کی پابندی کرتے ہیں ۔لیکن یہ گروہ اور آگے بڑھااور کہا کہ انکا حکم خدااور رسوؐل کا حکم ہے اور وہ حکم خواہ اس وقت غلط معلوم ہو،صحیح لگے ہر حال میں اس کی اطاعت واجب ہے ۔خلاف ورزی کرنے والا مجرم اور دونوں جہانوں میں سزا کا حق دار ہے اور اگر خلاف ورزی عمداًہواوراس پر اصرار کیا جائے تو اس کی سزا دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم ہے اور جو مجتہد کی تقلید کے بغیر نیک عمل بھی کرے اللہ کے یہاں وہ روزہ،نماز، حج زکوۃ وغیرہ حرام ومردود ہے۔

احادیث میں وارد ہے کہ سوائے امامؑ زمانہ یاامام معصوؑم کے پوری زمین اوراہل زمین میں اصلاح کوئی اور کرہی نہیں سکتا۔اس زمین اور اہل زمین کی موجودگی خودامامؑ زمانہ کی موجودگی کی دلیل ہے ورنہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہ سکتا جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ؛

’’زمین باقی نہیں رہ سکتی سوائے اسکے کہ ایک ظاہر یا باطن امامؑ موجود ہو؟‘‘

یہ نہ سمجھیں کہ حضرت آدمؑ سے پہلے حجت اللہ یاامامؑ عادل موجود نہ رہتا تھاارشاد ہے کہ؛

’’جب سے زمین وآسمانوں کواللہ نے پیدا کیا ہے یہ دُنیاایک عادل امامؑ سے خالی نہیں رہی ہے۔ یہاں تک کہ قیامِ قیامت ہو۔اللہ کی طرف سے اس کی تمام مخلوقات کیلئے حجتؑ کا وجودلازم ہے۔‘‘(علل الشرائع باب153)

یہ بحث ایک فریب ہے کہ امامؑ زمانہ موجود نہیں ہیں۔ اور چونکہ موجود نہیں اس لئے تمام مسائل کو الٹ پلٹ کر دینا جائز ہے اور موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ جاہل اور نام نہاد عالم و مجتہد جو چاہے کرے اور نائب امام بن بیٹھے یا خود امام کہلانا شروع کر دے جب کہ امامؑ زمانہ ہر لحہ موجود ہیں۔ لیکن مجتہدین نے لفظ غائب سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ امامؑ زمانہ غائب ہیں لہٰذا ہم جو چاہیں فتویٰ دیں، باطل ہے۔ وہ اس طرح غائب نہیں کیئے جاسکتے۔ وہ کہیں بھی ہوں پوری کائنات کو زیرِ نظر رہنے کا خدا نے انتظام کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے اعمال واقوال کو دیکھتے ہیں سنتے ہیں فرق صرف اسقدر ہے کہ ہم سے براہ راست بالمواجہ تعلق نہیں رکھتے۔ یہ ایک سزا ہے یہ ایک ابتلا ہے جس میں اس وقت تک مبتلا رہنا لازم ہے جب تک ہم ان شرائط کو پورا نہ کر دیں جو اُنؑ کے ظہور کیلئے ہم پر واجب ہیں۔ بجائے ان شرائط کو پورا کرنے کے ہم نے ان کو بجر بٹو سے غائب کرنے کی اسکیمیں بنا رکھی ہیں۔ اُن کو دین سے بالکل بے دخل کر دیا ہے۔ ہر مسئلہ کو غیبت کی آڑ لے کر مسخ اور تبدیل کر دیا ہے۔ پبلک کو اطمینان وسہولتیں فراہم کر دی ہیں۔ اور اکثر اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح انؑ کے باقی ماندہ حقوق بھی عام کر دیئے جائیں تاکہ قیام ولایت وحکومت الٰہیّہ کا خدشہ بالکل ہی مٹ جائے اور ہم سب جمورے یا جموری (جمہوری) بن کر خود قائم کردہ حکومت کے حاکم رہیں اور خدا اور رسوؐل کی جگہ بیٹھ کر احکام نافذ کریں۔ یہ بڑی پرانی تمنا ہے۔ یہ ابلیس کی تمنا ہے جس کو اُس نے اپنے اولیا کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے یہی تمنا ہے جو طرح طرح سے رنگ بدل بدل کر سبیل اللہ میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔ کبھی اسلامی حکومت علیٰ منہاج النبوت کا تانا بانا تیار کیا جاتا ہے۔ کبھی خلافت الٰہیّہ کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے اور کبھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ جب تک ظہورِ حضرت حجتؑ نہ ہو جائے اس زمانہ کے حالات درست ہو ہی نہیں سکتے

اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جو کارِ امامت بجالا کر حالات درست کریں گے۔ یہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے عقیدۂ امامؑ زمانہ کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔

4) اللہ و رسولؐ اور امامِ زمانہ سے رابطہ و استفادہ کی راہیں کھلی ہیں

حضرت امام جعفرؑ صادق کی معصوم حدیث میں امامؑ زمانہ اور غیبت کبریٰ کی پوزیشن ملاحظہ کیجئے، ارشاد ہے؛

''قائم آل محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام کیلیئے دو غیبتیں ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹی ہے اور دوسری لمبی ہے۔ پہلی غیبت کے دوران ان کے رہنے کے مکان سے سوائے ان کے خاص شیعوں کے کوئی اور واقف نہ ہو سکے گا اور دوسری غیبت کے دوران بھی کوئی شخص اُنؑ کے ٹھکانے کو نہ جان سکے گا۔ سوائے ان کے مخصوص موالیوں کے۔'' (کتاب الکافی، باب فی الغیبۃ)

اس حدیث میں شبہ تک بھی نہیں ہوتا کہ امامؑ سے پوری نوع انسان منقطع ہو کر بے بس و بے راہنما ہو گئی ہے اور کوئی ایسی شرط بھی نہیں لگائی گئی ہے جو مافوق الفطرت ہو اور عام دستور کے خلاف نظر آئے۔ چنانچہ امامِ کائنات سلام اللہ علیہ سے دونوں غیبتوں کے زمانہ میں مخصوص لوگوں کی رسائی بے ٹوک وروک مقرر رہے اور یہ خصوصیت بھی خود امامؑ عصر والزمان کی تجویز کردہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ کوئی خود ہی اپنا نام نائبِ امام یا مانند انبیائے بنی اسرائیل رکھ کر اور عبا وقبا پہن کر جا پہنچے ایسے لوگ اس درگاہ میں رد کئے ہوئے ہیں۔ غیبت کبریٰ میں ملاقاتِ امامؑ کیلیئے امامؑ کی نظر میں خاص موالی ہونا لازم ہے یعنی اُنؑ کی حکومت پر سو فیصد ایمان رکھ کر اس حکومت کو عملاً نافذ کرنے میں منہمک ہو یعنی رعیت ہو۔ اور حضورؑ کا ہر حکم تسلیم و عمل کرنے کیلیئے ہمہ وقت رضامند ہو۔

5) کیا ہمارے یہ نام نہاد علما شیعہ موالیانِ اہلبیتؑ ہیں؟

ان علما حضرات کا کہنا ہے کہ وہ وہی علما ہیں جن کو رسول اللہ نے (معاذ اللہ) بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی مانند فرمایا ہے اور وہ اپنی اطاعت اور تقلید واجب ثابت کرنے کیلئے ایک حدیث پیش کیا کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے۔

(لنا القاء الاصول ولکم التفریع) ''ہم پر لازم ہے کہ ہم تمہیں بنیادی اصول بتاتے رہیں اور تم پر واجب ہے کہ تم ان بنیادی اصولوں کی تشریح وتفصیل کر کے بتاتے رہو۔''

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ نظام غیبت میں بھی انتہائی اور اصولی ہدایات طالبین کو خود معصومؑ دے گا ''القاء القول'' کے معنی سامنے آ کر یا ملاقات کر کے بات کرنا ہیں۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہر مسئلہ کے جواب میں قولِ معصومؑ پیش کریں اور از خود اپنے پاس سے کوئی بات نہ کہیں گے۔ اور اگر ضرورت ہوگی تو وہ وضاحت وتشریح کر کے دکھائیں گے ایسی کوئی روایت موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ مجتہد حضرات امام معصومؑ کی تقلید سے باہر ہیں۔ لہٰذا ان پر بھی لازم ہے کہ وہ خود بھی اپنے اقوال واعمال پر قولِ معصومؑ پیش کریں اور کوئی فعل وعمل ایسا نہ کریں جو ان کے اپنے من گھڑت دلائل پر مبنی ہو۔

لہٰذا ضروری ہے کہ امامؑ زمانہ اپنے مقرر کردہ ان انبیا کے ہم پلہ نائبوں اور جانشینوں سے مسلسل رابطہ رکھیں اور ان لوگوں کو بروقت ہر ضروری مسئلہ بتاتے رہیں۔ اب یہ کام قارئین وملتِ شیعہ کا ہے کہ ان میں سے کسی نام نہاد عالم ومجتہد کو روک کر دریافت کریں کہ جناب آج یا کل یا اس ہفتہ یا اس ماہ وسال یا ساری زندگی میں تمہیں کچھ بتایا؟ کبھی ملاقات سے نوازا؟ اور کیا تم سرکارؑ سے ملاقات کے قائل اور امیدوار ہو؟ یہ سوالات سن کر مجتہد حضرات آپ پر طرح طرح ناراض ہونگے۔ فتاویٰ صادر

کریں گے۔مگر ہرگز اپنے خارج از نیابت یا شیعت ہونے کا اقرار نہ کریں گے۔ ملاقات کا جھوٹا دعویٰ کریں گے تو اجتہاد کا تانا بانا بکھر جائے گا۔اگر ملاقات ہوتی ہے تو اجتہادی مسائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

6) تا قیامت ہدایات کی فراہمی اللہ، انبیاؑ اور آئمہؑ کی ذاتی ذمہ داری ہے

اللہ نے بوقت تخلیق ہر مخلوق کی ہدایت کا انتظام رکھا (طٰہٰ20/50) پھر مسلسل تا حیات ہدایات بھیجنے کا اعلان کیا (مومن23/44، طٰہٰ20/123) اور طرح طرح ہدایات کی ترسیل پر قرآن میں بیانات دیئے اور تصدیق کی کہ ہر رسولؑ نے بڑی محنت اور جانفروشی کے ساتھ ہدایات خداوندی پہنچائی ہیں (18/6،شعرا 26/3) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے کروڑوں سال پہلے ایک ادارہ غیبت یا نظام غیبت کلیہ کے ذریعہ سے ہر اس مخلوق کی ہدایت کا انتظام فرمایا جو خلعتِ وجود حاصل کرتی اور اسلام اور اسلام لانے والوں کیلئے مسلم بنتی جائے (عمران3/83) اور وقت آنے پر انسانی اطاعت وتسخیر کیلئے تیار رہے (لقمان31/20) اور نعمت بن کر ضابطۂ حیات (اسلام) میں مددگار رہنے۔اس ادارۂ غیبت کے سربراہؑ کو تمام کائنات پر رحمت بنا کر پھیلا دیا (انبیآء21/107) اور اس پوشیدہ سربراہؑ کو کائنات کی ہر ہر چیز پر وسعت وقدرت عطا کر دی تھی (اعراف7/56) پھر تخلیقِ انسانی کے بعد سربراہِؑ نظامِ غیبت کلیہ کو ہر نبیؑ اور تمام اُمتوں کے تمام افراد پر نگران و ہدایت کار بنایا تھا تا کہ جب پوری انسانیت کا محاسبہ کیا جائے تو حضور اکرمؐ اور نظام غیبت کا ہر سربراہ ہر انسان کے خیال واقوال واعمال پر چشم دید گواہ کی صورت میں تصدیق یا تکذیب کریں (عمران 3/81،نسآء4/41) جو تمام کائنات کیلئے نذیر رہتے چلے آئے (فرقان 25/1) یہاں تک کہ آپؐ کے نظام غیبت کی انسانی شاخ کو آخری تعلیمات ونعمات

عطا کرنے کیلئے آپ کو شہود کی مادی صورت عطا کی گئی۔ نوع انسان کو علوم کائنات، دائمی حیات اور تسخیر دو جہاں ولا محدود قدرت واختیار سونپنے کا عملی پروگرام پیش کیا گیا۔لیکن رسولؐ کی قوم نے اس پروگرام کوٹھکرادیا (فرقان25/30)اور اپنا ذاتی و قومی وملکی و اجتہادی طریقہ رسولؐ کے خلاف جاری کر لیا ۔(فرقان 25/27-28)اور ابلیس کو اپنا راہنما بنا لیا (فرقان 25/29)اور رفتہ رفتہ رسولؐ،آثارِ رسولؐ ، جانشینانِ رسولؐ، خاندانِ رسولؐ اور طرفدارانِ رسولؐ کا قلع قمع کرتے تین سوسال گزار دیئے۔ ہر جانشینِ رسولؐ کو پرامن رہنے کی صورت میں بھی تلوار یا زہر سے قتل کیا۔آخر نظامِ غیبت نے مذکورہ کلیت اختیار کرلی۔لیکن ہدایت کی ترسیل از اوّل تا آخر تیز تر ،وسیع تر اورسہل ہوتی گئی ۔اس لئے کہ انسانوں پر حجت خداوندی قائم رہے ۔چنانچہ قائم آل محمدؐ ہادی دو جہاں راہنمائے کون و مکان علیہ الصلوۃ والسلام برابر طالبانِ ہدایت کونوازتے چلے آرہے ہیں ۔اور اپنے آبا واجداد آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام معیار برقرار رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

غیبت کبریٰ ہو یا غیبت صغریٰ ہو نظام ہدایت وتقلید کے طریقہ میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے نہ ہونا چاہئے اور نہ ثابت کی جاسکتی ہے بلکہ غیبتِ کبریٰ ان تمام مادی پابندیوں کو مومنین کی راہ سے ہٹا دیتی ہے جو کسی سربراہؐ نظام ہدایت سے ملاقات پر عائد تھیں ۔یعنی اب طالب ہدایت کو مکہ یا مدینہ یا سامرہ جا کر ملاقات کرنے اور سوالات کرنے کی احتیاج نہیں ۔وہ جہاں ہوں،جس حال میں ہوں امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے آس پاس ہی ہوتے ہیں ۔ان کے قلوب و اذہان میں گزرنے والے خیالات تک سے سابقہ آئمہؑ کی طرح مطلع ہوتے ہیں ۔لہٰذا اگر وہ واقعی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقلد و منتظر ہیں انہیں ہدایات عطا فرمادیں

گے۔امامِ زمانہؑ سے طالبِ ہدایت کی ملاقاتیں ہوتے رہنا مجتہدین کے قلم اور زبان سے بھی ثابت ہے اور ہر لمحہ ممکن ہے اور یہ ملاقاتیں کسی خاص جگہ یا مرکز میں جا کر کرنا نہیں پڑیں بلکہ سرکار رجتؑ خود ملاقات کیلئے تشریف لاتے رہے۔لہٰذا نظامِ غیبت میں باقی تمام نظام ہائے انسانی سے زیادہ سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ بہر حال غیبت میں بھی ہدایات کی فراہمی امامِ زمانہؑ کی ذاتی ذمہ داری ہے اور ہر معاملہ میں آپؑ کی اطاعت لازم ہے۔

7) آئمہؑ کی اطاعت نہ کرنا ہر معاملہ میں انکا حکم اور فیصلہ حاصل نہ کرنا کفر وشرک ہے

اللہ نے جن ہستیوں کی اطاعت وتقلید واتباع فرض کی ہے وہ پوری کائنات کے عالمِ حقیقی ہوتے ہیں (امام جعفر صادقؑ) جو شخص کائنات کی کسی چیز سے بھی جاہل ہو اس کی اطاعت وتقلید واتباع واجب نہیں ہے۔(امام جعفر صادقؑ) ہم ہی وہ قوم ہیں جس کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔(امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں کہتا ہوں کہ تمام انسان اطاعت کے معاملے میں ہمارے بندے یا غلام ہیں۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔تمام انسانوں پہ ہماری معرفت حاصل کرنا اور ہر ہر معاملے کو فیصلے کیلئے ہمیں سپرد کرنا اور ہمارے ہر حکم وفیصلے کو دل سے تسلیم کرنا واجب ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مسلمان روزے رکھیں،نمازیں پڑھیں،اور برابر لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کرتے رہیں۔لیکن یہ طے کرلیں کہ وہ اپنے کسی معاملہ کو حکم اور فیصلے کیلئے ہمارے پاس نہ لائیں گے خود ہی اپنی بصیرت سے فیصلہ کرلیا کریں گے تو وہ مسلمان ہوتے ہوئے عبادتیں کرتے ہوتے ہوئے بھی مشرک رہیں گے۔

یہ دور ہمارے آخری امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور ہے۔ہمیں انہی

کی مطلق اطاعت و اتباع کرنا ہوگی ۔انہی کا قلادہ اپنے گلے میں پہننا ہوگا۔ ہر ہر معاملہ میں انؐ کا حکم اور فیصلہ حاصل کرنا ہوگا ورنہ کفر وشرک کے مرتکب ہوتے رہیں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں ان کی بھی اطاعت کرو۔ چنانچہ اگر تمہارے اندر تنازعہ پیدا ہو جائے تو خواہ وہ کسی بھی معاملے کا ہو تو تم اس متنازعہ معاملہ کو اللہ و رسولؐ کے سامنے پیش کر کے فیصلے حاصل کرلو۔اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے جھگڑے کو رسولؐ کے سامنے لے جانا ہی خیر ہے ۔اور بہترین طریقہ کار ہے۔''(سورۂ نسآء 4/59)

اس آیت کریمہ کو تمام مخالف وموالف علما نے قیامت تک کے لئے قانونی طریقہ کار کی حامل قرار دیا ہے ۔لہٰذا محمدؐ مصطفیٰ کی وفات کے بعد بھی یہ آیت محمدؐ کا عملی وجود مانتی ہے۔ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ: فَرُدُّ وْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔اور وہ عملی وجود حضرت علی اور آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وجود ہے اس آیت میں جس طرح محمدؐ اللہ کی جگہ لیتے ہیں اسی طرح علیؑ محمدؐ کی جگہ آتے ہیں اور اللہ اور محمدؐ کی جگہ تنازعات کا فیصلہ کریں گے۔لہٰذا اس دور میں قیامت تک کے مسلمانوں کو اپنے جھگڑوں میں امام آخرالزمان صلوٰۃ اللہ علیہ کو راہنما بنانا ہوگا۔اور انؑ ہی سے فیصلہ کرانا ہوگا۔ یہ فیصلہ کر لینا کہ اللہ کی جگہ قرآن ہے اور رسولؐ کی جگہ احادیث ہیں، باطل ہے۔ چونکہ قرآن نے کہیں بھی اس فیصلے کی تائید نہیں کی ہے یعنی کسی آیت میں یہ نہیں کہا کہ قرآن اللہ کے برابر ہے۔اور حدیث رسولؐ کے برابر ہے۔اور جس فیصلے کو قرآن سے سند نہ ملتی ہو وہ یقیناً غیر اسلامی فیصلہ ہوگا۔لہٰذا ہمیں ہر ہر معاملہ میں حجتِ خداؑ کی ہر لمحہ ضرورت ہے۔

8) امامؑ العصر والزمان وحدتِ اسلامی نہیں، بین المذاہب نظامِ مساوات قائم کریں گے

اتحاد بین المسلمین کے نام پر وحدتِ اسلامی کی کوششیں کی جارہی ہیں اسلام میں یہ فرقہ جات ان ہی نام نہاد علما کی صدیوں کی محنت کا نتیجہ ہیں ان فرقوں میں تفریق ختم کر کے ایک جگہ جمع کرنا ان لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ امامِ زمانہؑ ہی ہوں گے جو فرقہ پرستی کو جڑ سے ختم کریں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمام مذاہبِ عالم کو ساتھ لے کر چلیں گے اور بالآخر مذہبِ اسلام کو بلا تصادم ہر مذہب پر غالب کر دیں گے۔

علل الشرائع صفحہ 161 سے امام محمدؑ باقر کی حدیث سے اقتباس پیش کرتے ہیں؛

''جب ہماری اسلامی حکومت ہمارا قائمؑ اپنی قوت سے قائم کرے گا۔ وہ انطاکیہ کے ایک غار سے توریت اور اللہ کی تمام الہامی کتابیں برآمد کریں گے۔ پھر توریت والوں میں توریت سے اور زبور کے ماننے والوں میں زبور سے اور اہلِ انجیل میں انجیل سے احکام اور فیصلے نازل کریں گے۔ اور فرقان والوں پر فرقان سے حکومت کریں گے۔''

یہی اعلان حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ قرآن نے بھی متعدد بار الہامی کتابوں کی تصدیق کی ہے۔ تمام شریعتوں اور تمام سابقہ انبیا علیہم السلام کی تمام کتابوں کا موجود اور برسر عمل رہتے چلے آنا ثابت ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی تمام تعلیماتِ خداوندی برحق اور ناقابلِ انکار ہیں۔ اور جناب امام عصرؑ والزمان اعلانِ حکومت الٰہیّہ کرتے ہی تمام سابقہ شریعتوں اور الہامی کتابوں کو نافذ کر کے اس دُنیا کو وہ دُنیا بنا دیں گے جس کی تمنا ہر نبیؑ اور روحِ انسانی میں رہتی چلی آئی ہے۔ لیکن ہمارے نام نہاد علما نے دیگر مذاہب کا احترام اور انہیں قابلِ عمل سمجھنے کی بجائے متروک اور قابلِ نفرت قرار

دیا۔ نتیجتاً اقوامِ عالم نے بھی اسلام کو شدت پسند اور دہشت گرد مذہب سمجھنا شروع کر دیا۔ اب اُن علما کی ناکام کوششیں جاری ہیں کہ کم از کم مسلمانوں کے تمام فرقے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور اس کوشش میں دین و ایمان کی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اس نام نہاد وحدت کی خاطر آج وحدت اسلامی اور مہدویت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے امامت و ولایت کو ہی آذان، اقامت اور نماز سے خارج کر رہے ہیں۔ ایسی توضیح المسائل آ چکی ہیں جن میں واضح طور پر لکھ دیا گیا ہے کہ اذان و اقامت و تشھد میں اَشْھَدُ انَّا عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ شامل نہیں۔ لبنان کے کچھ علاقوں میں تیسری شھادت کو عملاً نکال دیا گیا ہے۔ وہ ولایت جو اسلام کی اساس ہے جو دنیا کے تمام مذاہب کو واحد کرنے اور جوڑے رکھنے کی ضمانت ہے۔ مہدویت کی بنیاد ہے۔ اسے نام نہاد وحدت اسلامی کی خاطر قربان کر رہے ہیں۔

9) امامتؐ و نیابت

جس رسالتؐ و نبوتؐ کی وسعتیں پوری کائنات پر حاوی ہوں جس سے تمام جن و انس ہدایت حاصل کریں جو انسان کو تسخیر کائنات اور علوم قرآن پہنچانے کی ذمہ دار ہو اس کی نیابت نہ جہالت کر سکتی ہے نہ یہ صرف انسانی علم پر منحصر ہو سکتی ہے اس کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ نائب و جانشین رسولؐ قرآن کا کماحقہ عالم ہو جس کے روبرو رسولؐ کی طرح پوری کائنات مسخر ہو جو قیامت تک آنے والے ہر دور کے انسانوں کو ان کی احتیاج و ضروریات کے لئے قرآن کریم سے ہدایات دے سکیں جو رسولؐ کی طرح علمی قوت و عین الیقین کی بنا پر معصومؑ ہوں۔ جن کی راہنمائی میں غلطی اور خطا کا امکان نہ ہو، تاکہ وہ مجتہدین کی طرح دانشوران عالم کے سامنے جاہل ثابت نہ ہوں تاکہ وہ قرآن کریم کے ہر دعویٰ کی تصدیق میں کائناتی علوم سے ہر فلاسفر، ہر انجینئر، ہر

ڈاکٹر، ہر سائنس دان الغرض تمام علوم وفنون کے علما کی مسلسل راہنمائی کرسکیں تاکہ وہ آج کی طرح کے جانشینانِ رسولؐ کی طرح دو رکعت نماز پڑھ کر ارتقائی ترقی سے شرماتے ہوئے اپنے حجروں میں نہ پڑے رہیں۔تاکہ اسلام کی امامت اقوام عالم پر ایک احسان ثابت ہو سکے تاکہ اسلامی نماز واقعی مومنین کو معراج کرا سکے۔کائنات کے تمام چاند سورج اور ستارے و سیارے مسلمانوں کا انتظار و استقبال کریں۔اور مسلمان اپنی ہر چیز کے لئے ان اقوام کے محتاج نہ رہیں جنہیں وہ غیر مسلم کہتے ہیں تاکہ دنیا کی تمام اقوام اسلام اور علوم قرآن سے محبت کریں۔انہیں سیکھیں ،اسلام لائیں اور کائنات سے استفادہ کریں تاکہ گرجا گھروں (World Church) کی دی ہوئی خیرات و امداد سے وقارِ اسلام مجروح نہ ہو۔یہ موجودہ شرمناک صورتحال قرآن سے لاعلم قیادت کا نتیجہ ہے۔اسی نتیجہ تک لانے کے لئے سیاسی مجتہدین نے منصوبہ بنایا تھا۔آج اہل نظر دیکھ رہے ہیں کہ یہ خود ساختہ اسلام اور اس کے دعویدار کفر کے سامنے سر جھکائے بھیک کا ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں۔اس شرمناک صورت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ اپنی محدود عقل و بصیرت کو قرآن کے ماتحت رکھ کر قرآنی امامت نافذ کی جائے۔ان تمام تصورات وعقائد و رسومات کو خیر باد کہہ دیا جائے جو کسی حیثیت سے بھی قرآن کے خلاف ہوں ۔قرآن اور صاحبِؑ قرآن کو اپنا امام بنایا جائے۔ورنہ سمجھ لیا جائے کہ مسلمانوں کی مجموعی بصیرت اور اجتماعی قوت اور اتحاد بھی ناکام ہو کر رہ جائیگا۔قارئیں نوٹ فرما رہے ہوں گے کہ ہم بار بار یہی ثابت کرتے چلے آ رہے ہیں کہ ہمیں معصومؑ قیادت کی ہر معاملہ میں ہر لحظہ ضرورت ہے۔

10) ظہور اور حکومتِ امامؑ آخر الزمان کی اغراض و مقاصد و فوائد

تخلیق کائنات کا ہر مرحلہ حقیقی اور اوّلین مخلوق و نائبِؑ خداوندی کے سامنے سے

گزرتا ہے۔اس لئے اوّلین نائب پوری کائنات کی خبر رکھتا ہے۔نمائندۂ خداوندی کے سامنے کائنات کی تمام مخلوقات مجسم و باشعور اور جواب دہ ہیں۔وہ کائنات پر عملاً حکمران ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بیانات و مقاصد واضح الفاظ میں پیش فرمائے ہیں۔مگر صاحبانِ قرآنؑ کو الگ کرنے سے قرآن ناکارہ ہو کر رہ گیا ہے۔قرآنی تصورات اور اللہ کے وعدوں کی تکذیب اور عدل و انصاف کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔اللہ کا ہر وعدہ اس کے قوانین سے ہم آہنگ رہتے ہوئے پورا ہونا حکمت و قدرت و علم خداوندی کا مظہر ہے۔اس کا ہر وعدہ پورا ہونا لازم ہے۔اسلامی زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمام کائنات کی تسخیر اور کامیاب وخوشحال زندگی ہونا چاہئے۔

کائنات میں بہت سارے محروم الجزا لوگ اپنی زندگی مکمل کر کے مر چکے ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے قرآن میں مذکور حقوق العباد کی ادائیگی،مکافاتِ عمل،جیسا کرنا ویسا بھرنا مشیت کے دھارے میں بہہ کر رہ گئے ہیں۔ان محروم الجزا و سزا لوگوں کیلئے یہ دنیا دوبارہ آباد کر کے اسی دنیا میں جزا و سزا دینا لازم و واجب ہے۔یہ سب کچھ قیامت سے پہلے یعنی آخری فیصلے سے پہلے وقوع میں آنا ضروری ہے۔یہ تمام ہمارے امام آخرالزمانؑ نے کرنا اور کرانا ہے۔اگر اس عملی و مشہود پالیسی رجعت اِلی اللہ،کو نظر انداز کر دیا جائے تو اللہ کا سو فیصد عادل و منصف و علیم و حکیم و قدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اصول ہے کہ؛

کل شیء یرجع الی اصلہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے

ہر چیز کا اپنی اصل و حقیقت کی طرف پلٹنا بتاتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز خود نہ اپنی اصل ہے نہ حقیقت ہے۔بلکہ کسی اصل یا حقیقت کی فرع (شاخ یا جزو) ہے۔اس کا پلٹنا تخلیقی اور فطری قوانین کے ماتحت ہے اس پلٹنے میں وہ چیز مختار نہیں ہے کہ اگر نہ چاہے

تو نہ پلٹے یا کسی اور کی طرف پلٹ جائے۔ اللہ پوری کائنات کی ہر مخلوق یا چیز کا مجازی مرجع ہے۔ حقیقی مرجع اللہ ہرگز نہیں ہے ورنہ تمام مخلوقات کو اللہ کے اجزاء ماننا ہو گا۔ اللہ نے آگ کے ڈھیر (جحیم) کو ظالم انسانوں کا مرجع فرما کر خود مرجع ہونے کا انکار کیا ہے (37/62-69) اس کائنات کی تمام مخلوقات نورِ محمدؐی سے پیدا کی گئی ہیں اور ہر چیز کسی نہ کسی سائنٹفک طریقے سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجزاء کا مجموعہ ہے۔ وہیؐ اس کی علت مادی اور علت صوری اور علت فاعلی اور علت غائی ہیں اور وہی تمام مخلوق کے حقیقی ''مرجع'' و ''مصدر'' ہیں۔

رجعت ہو یا قیامت ہو نورِ محمدیؐ کے آخری وصی حضرت محمدؐ بن حسن عسکری، حجۃ اللہ فی الخلق، رب الارض والسماوات، مرجع الخلائق، قائم قیامت ہیں صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آباۂ وامھاتہ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے نظام کے آنے کا قرآن میں بار بار وعدہ فرمایا ہے جس میں ''دین اسلام'' کے لانے والے کو دین کے ہر گوشہ یعنی تمام نظامہائے زندگی پر غالب کردے گا۔'' (9/32-33,48/28,61/7-9) دین اسلام کبھی بھی رسولؐ اللہ کے زمانہ سے لے کر آج تک تمام ادیان ونظامہائے زندگی پر غالب نہیں آیا۔ بلکہ حکومتی اسلام سینکڑوں فرقوں میں بکھر کر تباہ ہو گیا۔ اللہ کا یہ تین جگہ کیا ہوا وعدہ واعلان اور پیشگوئی ''یوم الدین'' دین کے غالب آنے کا دن'' حرف بحرف پوری ہو گی۔ یہی دن تمام انبیاؑ رسل کو ان کی سعی اور قربانیوں کی جزا ملنے کا دن، جنت وجہنم ملنے کا دن نہیں بلکہ نیکیاں نیکوں کو اور برائیاں بروں کو ملنے کا دن ہے ان تمام وعدوں کے پورے ہونے کا دن ہے جن کو اس دنیا میں پورا کرنے کا وعدہ اللہ نے کیا تھا اور وہ معیاد ومشیت کی بنا پر ساتھ کے ساتھ پورے نہ ہو سکے لہٰذا تمام محروم الجزا لوگوں کو جزا

ملنے کا دن۔ اس دن پوری نوع انسان کو نہیں بلکہ صرف محروم الجزا لوگوں کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا اور جزا دی جائے گی(27/83-86) یہ کام بھی امامِؑ زمانہ کی ذمہ داری ہے۔

امامؑ عصر والزمان صرف قائمِ قیامت ہی نہیں بلکہ حضورؑ راہبر و راہنمائے انسانیت ہیں، منتہائے ترقی انؑ کا منصب ہے۔ تکمیلِ دین وغلبہ اسلام ظہور امامؑ عصر والزمان کا انتہائی مقصد ہے۔ تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو کبھی یہ محسوس تک نہ ہو سکے کہ ان کی ترقی میں حارج ہونے والی فلاں دقت یا مشکل کو رفع کرنے والی فلاں چیز ہوتی تو وہ مسلسل ترقی کرتے رہتے۔ یعنی ہدایات کی فراوانی رہے، کبھی کوئی خامی یا کمی محسوس نہ ہو ہر دقّت و رکاوٹ اور اُلجھن کو سامنے سے ہٹانے کیلئے موقع بہ موقع ہدایات کا انبار ملتا چلا جائے۔ غلبۂ دین کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصد دین پر عمل کرنے والے ہر حالت میں سو فیصد غالب رہیں۔ انہیں ناکامی و ہزیمت پیش ہی نہ آئے قرآن کو ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات کی صورت میں عملاً پیش کیا جائیگا۔ حضورؑ اپنے تیار کردہ نظام کو دُنیا میں ظاہر فرما کر دُنیا کو ایک ایسی راہ صراطِ مستقیم پر ڈال دیں گے کہ انسانوں کا راہ سے ڈگمگانا ممکن ہی نہ رہے۔ حصول مقصد اور ترقی کیلئے ان راہوں سے بہتر اور سہل کوئی اور راہ تجویز کر سکنا کسی کے لئے ممکن ہی نہ ہو گا۔ بہکانے والی قوتوں کے تمام راستے بند ہو جائیں گے، لامحدود ترقی کا انتظام فول پروف یعنی معصوم ہو گا، جبلی اور انسانی فطرت کے مطابق ہو گا، اس کے خلاف عمل کرنا ممکن ہی نہ ہو گا اس نظام میں غلطی کرنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہو جائے گا۔ دُنیا میں عدل وانصاف و اطاعت کا دور دورہ اور مخالفت، گمراہی اور عصیان وعدوان وشیطان کا زوال وخاتمہ اور اللہ کے انعامات کا لامتناہی سیلاب آ جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہور اور حکومتِ امام آخر الزمانؑ کی اغراض ومقاصد اور فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (حدیث سے اقتباس)

''امامؑ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا تمہیں یہ بات محبوب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مکمل حق اور مکمل عدل کو دُنیا میں ظاہر اور غالب کردے؟ اور یہ کہ پوری نوع انسان کو ایک کلمہ اور ایک دین پر متفق کردے؟ اور پھٹے ہوئے متغیر دلوں میں الفت پیدا کردے؟ اور دنیا سے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کو مٹادے؟ اور یہ کہ اللہ کے قوانین اور جزاوسزا کے مقرر چلے آنے والے وعدے پورے ہوں؟ اور یہ کہ حقِ حکومت اور حقوق العباد حقداروں کو پہنچ جائیں؟ اور کسی کے خوف سے حق کا کوئی پہلو اوجھل نہ رہ جائے؟ خدا کی قسم اے عمار! جس حال میں تم آج کل بسر کررہے ہو اس حالت میں تمہارے مرنے والوں کی طرح ظہور کے زمانے میں لوگ نہ مریں گے بلکہ دوستدارانِ محمدؐ وآل محمدؐ بدر اور اُحد کے شہیدوں کی طرح شہدا کے مقام پر وفات پائیں گے۔ لہٰذا تم اس زمانے کی زندگی اور موت پر خوشیاں مناؤ۔'' (کافی کتاب الحجۃ)

حضرت امام جعفرؑ صادق ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ؛

''یقیناً جب ہمارا قائمِ قیامتؑ ظہور کرے گا تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھے گی (زمر 39/69) تو بندگانِ خدا سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے۔ اور رات ودن ایک ہی ہو جائیں گے۔ ہر قسم کا اندھیرا دُنیا سے جاتا رہے گا۔ اُن کے دورِ حکومت میں لوگ ہزار ہزار سال کی عمریں پائیں گے۔ ان کے یہاں ہر سال ایک بیٹا پیدا ہوا کرے گا۔ بیٹی پیدا نہ ہو گی۔ اور وہ اپنے بیٹوں کو جو لباس پہنائیں گے وہ بچہ کی جسامت کے ساتھ بڑھتا اور لمبا

چوڑا ہوتا چلا جائے گا اور کپڑوں کا جو رنگ وہ پسند کریں گے وہی رنگ بدلتا چلا جائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے عہد میں زمین پر کوئی چیز نہ رہے گی جو ایذا پہنچائے۔شر اور فساد میں سے کچھ باقی نہ رہے گا۔اور نہ زہریلی چیزیں رہیں گی۔اور شیطان کے پاس لوگوں میں پھیلانے کے لئے کوئی عمل یا وسوسہ تک نہ بچے گا حسد اور فساد بھی نہ رہے گا۔۔۔(**کتاب العصمة و الرجعة**)

حجتِ خداؑ کی موجودگی کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے امام محمدؑ باقر نے فرمایا:

جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا کہ نبیؐ اور امامؑ کی اس لئے ضرورت ہے کہ بقائے عالم ان ہی کی اصلاح پر موقوف ہے اور وہ اس طرح کہ جب تک کوئی نبیؐ یا امامؑ زمین پر موجود ہوتا ہے:

1) اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب کو اُٹھائے رکھتا ہے۔

2) اگر ہمارے اہلؑ بیت زمین پر نہ رہیں تو اہل زمین پر عذاب نازل ہو جاتے۔

3) اللہ تعالیٰ انؑ ہی کے واسطے سے اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے۔

4) بستیوں کو آباد کرتا ہے۔

5) انؑ ہی کے واسطے سے آسمان سے بارش ہوتی ہے۔

6) انؑ ہی کے واسطے سے زمین سے برکتیں نکلتی ہیں۔

7) انؑ ہی کے واسطے سے گنہگاروں کو مہلتِ توبہ ملتی ہے۔اور نزولِ عذاب میں تعجیل نہیں کی جاتی ہے۔

8) انؑ سے روح القدس کبھی جدا نہیں ہوتی اور نہ یہ لوگؑ اس سے جدا ہوتے ہیں۔

9) یہ لوگؑ نہ قرآن سے جدا ہوتے ہیں اور نہ قرآن انؑ سے جدا ہوتا ہے۔

(صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین)

اُمتِ مُسلمہ کے سربراہوںؑ کی پوزیشن واضح کرنے کیلئے علل الشرائع باب 182 صفحہ 253-254 سے ایک اور مقام دیکھتے چلیں۔

اگر کہنے والا یہ کہے کہ سربراہانؑ اُمت کیوں مقرر کئے گے ہیں؟ اور اُن کی اطاعت کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے لئے بہت سی وجوہ یا علتیں ہیں۔ اُنہی میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ جب مخلوقات کو ایک قائم شدہ حد پر روکا جائے اور حکم دیا جائے کہ وہ اُن حدود سے آگے نہ بڑھیں اس لئے کہ اُن سے آگے بڑھنے میں ان کیلئے فساد ہے تو روکنے یا ممانعت کرنے کی وجہ بالکل ثابت اور قائم نہ ہوتی اگر اس معاملہ کے لئے ان کے درمیان ایک صاحبِ امانت انسان کا تقرر نہ ہوا ہوتا۔ وہ ان کو روک کر ان کیلئے مباح چیزوں پر مطلع کرتا ہے اور جن حدود سے گزرنا ممنوع ہے ان سے منع کرتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی ممنوع چیزوں کو نہ چھوڑتا اور دوسروں کے مفسدہ کی فکر نہ کرتا۔ چنانچہ ان کے اوپر ایک قائم رکھنے والے کو متعین کر دیا گیا۔ جو انہیں فساد سے منع کرتا ہے۔ اور ان کے درمیان حدود کو برقرار رکھتا ہے۔ احکاماتِ خداوندی کو نافذ کرتا ہے۔ اور انہی اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ ہمیں کوئی فرقہ یا کوئی ملت ایسی نہیں ملتی جو اس دنیا میں فارغ البالی اور کامیابی سے رہتی رہی ہو اور ان کیلئے کوئی قائم رکھنے والا رئیس نہ رہا ہو۔ اس لئے بنی نوع انسان کیلئے لازم وضروری ہے کہ ان کے دینی و دنیاوی امور کیلئے ایک قائم رکھنے والا ہو۔ لہٰذا اللہ کی حکمت میں یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو جان بوجھ کر اس لازمی انتظام سے محروم کر دے۔ لہٰذا ایک قیم کا ہونا لازمی ہے جو ان کی تربیت کرے جس کے حکم سے وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کریں اور مال فے کو حاصل وتقسیم کریں اور جس کے حکم سے وہ جمعہ اور جماعت کو قائم کریں۔ اور ظالموں سے مظلوموں کو محفوظ

رکھیں۔اور انہی وجوہات میں سے امامؑ کے ہونیکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اللہ نے امانتوں کا حامل، حفاظت کنندہ، صاحبِ امانت اور کائنات کو برقرار رکھنے والا امامؑ مخلوق کیلئے تجویز نہ کر دیا ہوتا تو قومیں تباہ ہو جاتیں، دین باقی نہ رہتا، قوانین اور احکام متغیر ہو جاتے۔تخریب پسندوں کی بھرمار ہو جاتی اور بے دین میخ نکالنے والے دین کو ناقص کر ڈالتے اور وہ سب مسلمانوں کو شبہ میں ڈال دیتے اور یقیناً ہم مخلوقِ خداوندی کو ناقص ومحتاج اور غیر مکمل پاتے اور ساتھ ہی انکے اختلافات انکے حالاتِ پریشان اور پریشان خیالی بھی حد کو پہنچ گئی ہوتی۔چنانچہ اگر رسوؐل کے ساتھ آئی ہوئی اوّلین چیز حفاظت کنندہ اور قائم رکھنے والا امامؑ نہ ہوتا تو وہ اسی طرح فساد میں مبتلا ہو جاتے جیسا کہ ہم نے تذکرہ کیا ہے اور شریعتیں متغیر ہو جاتیں، قوانین اور احکامات اور ایمان سب بدل جاتے۔چنانچہ اس غلط طریقہ پر تمام مخلوقات فاسد وخراب ہو جاتیں۔

یہ تو تھے چند احادیث سے اقتباسات۔آگے آنے والے عنوانات میں بھی ذکر آتا رہے گا۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان اغراض ومقاصد وفوائد اور حقوق و فرائض کو ذہن نشین کرتے جائیں۔

11) امامؑ العصر والزمان ہی اللہ ورسولؐ کے آخری نمائندہ ہیں

اللہ یکتا ہے اس کی ذات میں یا قدرت وانتظام میں کوئی شریک نہیں ہے وہ بے مثل و بے نظیر ہے نہ کوئی جسم رکھتا ہے اور نہ کوئی صورت۔اللہ کی تجسیم کا عقیدہ باطل ہے۔تصورات میں اس کی گنجائش نہیں۔اللہ نے اپنی جگہ رسوؐل کو دے رکھی ہے۔قرآن میں متعدد بار واحد کی ضمیر استعمال کر کے اور اپنے اعضاء قرار دے کر اپنا مقام رسوؐل کو عطا فرمایا ہے (4/59,5/55, 8/24, 8/20, 24/48-49 67/1-4, 2/115, 28/88, 68/42, 75/29-30, 39/69,

,75/23-24 وغیرہ)

اب امامِ زمانہؑ ہی اللہ و رسولؐ کے آخری اور حقیقی نمائندہ ہیں۔یہی اللہ کے ہاتھ (یداللہ) اللہ کا چہرہ (وجہ اللہ) جو مشرق و مغرب ہر طرف موجود ہے (2/115) جو باقی رہنے والا ہے (55/27) اسی بنیادی حقیقت سے حجاب ہٹا کر سجدہ کرایا جائے گا (68/42,75/29-30) اللہ جسم اور جسمانیات سے پاک ہے اور لا محدود ہے۔وہ کسی ایک سمت میں نہیں سما سکتا کہ اسے سجدہ کیا جا سکے نہ ہی اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ حجاب میں رہ سکے اور باہر آسکے۔اس کو سجدہ سے مراد اس کے حکم سے سجدہ کرنا ہے جیسے کعبہ کی سمت کو یا آدمؑ کی طرف کو سجدہ کرنا۔ابتدائے ہدایت میں ابتدائی حجۃ اللہ (آدمؑ) کو سجدہ کرانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ انتہا میں انتہائی حجۃ اللہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو سجدہ کرایا جائے گا جو بحکم خدا اللہ ہی کو سجدہ ہوگا۔کعبہ ایک لباس ہے روح کعبہ یہی ہستیاںؐ ہیں۔آدمؑ بھی ایک لباس ہیں۔روح الھدایات بھی یہی ہستیاںؐ ہیں۔رب الارض بھی امامؑ زمانہ ہیں (امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام) جن کے نور سے زمین جگمگا اُٹھے گی (39/69) جس کی طرف لوگ دیکھ رہے ہوں گے (75/23-24) اللہ کی آنکھیں (عین اللہ) اللہ کے کان (اذن اللہ) اللہ کا پہلو (جنب اللہ) اللہ کی رسی (حبل اللہ) جو ساری کائنات سے ربط و ضبط کا ذریعہ ہے۔جو اُدھر اللہ سے ملحق اور اِدھر مخلوق سے وابستہ ہے۔اسی سے متمسک رہنا ہدایت کی بنیاد ہے (3/103) (امام محمدؐ باقر) یہی نفس اللہ اور نفس مشیت اللہ ہیں یہی روح اللہ ہیں جس کی وجہ سے آدمؑ کو سجدہ ہوا۔نور اللہ، حجۃ اللہ علی الخلق، ذکر اللہ حتّٰی کہ تمام اسماء الحسنٰی اور تمام اعلیٰ درجہ کی مثالیں (16/60) انہی سے وابستہ ہیں۔یہی ہستیاںؐ ہی اللہ کا تعارف ہیں۔

12) امامؑ زمانہ ہی حجت اللہ اور دین حقیقی و ایمان کلّی ہوتے ہیں

رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ :قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم من مّات ولم یعرف امامؑ زمانہ مات میتۃً جاھلیۃً ۔''جو شخص اپنے زمانہ کے امامؑ کو پہچانے بغیر مر جائے وہ جاہلیت و بے دینی کی موت مرتا ہے''

یعنی امامؑ زمانہ اللہ کی حجتؑ اور اللہ کا نمائندہ اور اللہ کی طرف سے منصوص راہنما اور ہادئ دین و ایمان ہوتا ہے اور اسی کا علم ،علمِ وجودی ہوتا ہے اگر انسان ایسے امامؑ کی معرفت حاصل کرنے کا موقعہ رکھتا ہو اور پھر بھی امامؑ زمانہ سے رابطہ نہ رکھے اس سے دین کے احکام حاصل نہ کرے اور مر جائے ،تو اس کا شمار گمراہوں، بے دینوں اور جان بوجھ کر غیر مسلموں میں ہوگا۔

حقیقت اسی قدر ہے کہ امامؑ زمانہ کے بغیر ہدایت و ایمان اور نیکیاں اپنی حقیقی صورت میں کہیں باقی نہیں رہ سکتیں ۔ جیسے سورج کے بغیر دھوپ اور شعاعوں کا وجود تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔صرف الفاظ اور نام رہ جاتے ہیں ۔ دھوپ دھوپ کہتے رہنے سے کوئی شخص گرم نہیں ہوسکتا۔روٹی روٹی ہزار مرتبہ کہہ کر دیکھ لو، ہرگز پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اسی طرح امامؑ زمانہ یا حقیقی راہنماؑ کے بغیر ہزار نمازیں پڑھو، روزہ کی تکلیف برداشت کرو، نہ نماز نماز میں شمار ہوتی ہے نہ روزہ اپنا اثر دکھاتا ہے اور عملاً جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہی تو ہے کہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں روزے رکھے جاتے ہیں مگر مندرجہ بالا حدیث کی رو سے ساری عبادتیں بے نتیجہ رہتی ہیں ۔اس لئے کہ ہماری عبادات کا تعلق امامِ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ہے ۔لہٰذا نماز نماز کہنے یا پڑھنے سے ہدایت اور نیکی اور عبادت کا اثر مرتب نہیں ہوسکتا۔

شیطان اکیلا مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کے انسانوں کو

دیکھتا ہے اور وہی نہیں بلکہ اس کا قبیلہ بھی سب کو دیکھتا ہے (7/27) اور ان کے گمراہ کرنے کا سارا خداداد سامان بھی رکھتا ہے اور وہ گمراہی اور بے دینی کا مجسم ادارہ ہے، وہی ہے جس میں حقیقی گمراہی، بے دینی اور کفر و نفاق کا وجود ہے۔ جس طرح ہادیٔ دین اور حجت اللہ سے تعلق کے بغیر ہدایت، نیکی اور عبادت کا تصور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح گمراہی، بے دینی اور کفر کا الگ سے تصور نہیں کیا جا سکتا۔ شیطان سے تعلق یا اس کے نمائندوں سے رابطے کے بغیر گمراہی بے اثر اور بے نتیجہ رہتی ہے اور اس کے متعین کئے ہوئے نمائندے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ انکے بنائے ہوئے یا ان سے سنے ہوئے اعمال کرنا ہی گمراہی کی دلیل ہے۔ انکے بغیر گمراہی اپنا وجود نہیں رکھتی اور ان سے تعلق کے بغیر گمراہی بے اثر اور بے نتیجہ رہتی ہے۔ اور شمار میں نہیں آتی ہے یہاں وہ بات سمجھ میں آ جائے گی کہ اگر ایمانؑ وجودی یا امامؑ زمانہ سے تعلق ہے تو کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا تا ورنہ ہر گناہ اور گناہ کا تصور بھی نقصان پہنچائے گا۔ اس لئے کہ حقیقیؑ دین یعنی امامؑ زمانہ اور دین مجسمؑ و ایماںؑ مجسم کی رضامندی کے خلاف ہوگا اور شیطان کی خوشنودی کا سبب ہوگا۔

ایمانِ وجودی امامِؑ زمانہ بھی مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہی نہیں بلکہ ساری کائنات اور تمام عالمین کی مخلوقات کو نظر میں رکھتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن کو دیکھتے ہیں۔ ان کی نیّتوں اور ضمائر پر مطلع ہوتے ہیں اور اپنی معرفت رکھنے والوں اور ماننے والوں کی ہدایت اور راہنمائی پر قدرت رکھتے ہیں اور شیطان کے مقابلے میں ان کا دفاع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر اپنا رحم و کرم ارزاں رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کفرِ وجودی یعنی ابلیس زندہ اور آزادانہ موجود نہ ہو تو گمراہیوں برائیوں اور بے دینی کا وجود اور بنیاد ہی ختم ہو جائے گی اور اسی طرح اگر ایمانِ وجودیؑ

یا امامؑ منصوص من اللہ ہادی زندہ اور موجود نہ ہو تو ہدایت اور نیکیوں اور دینداری کا وجود اور بنیاد بھی ختم ہو جائے گی۔ اور دلوں سے نیکی کا جذبہ اور روح احساس بھی نکل جائے گی، جو امامؑ زمانہ کے وجود کی بنا پر موجود ہیں۔

لہٰذا کسی بھی انسان کو اس کے اپنے خود ساختہ اعمال یا سنی سنائی عبادتیں یا اِدھر اُدھر سے چرائے ہوئے اعمال نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسے کہ عرض کیا گیا ہے کہ روٹی روٹی کہنے سے پیٹ نہ بھرے گا یا چرائی ہوئی روٹیاں کھانا مفید نہ ہوگا۔ بلکہ مواخذہ اور باز پرس میں اضافہ ہوگا۔ نجات اسی صورت میں ملے گی جب کہ ایمانِ وجودیؑ سے تعلق ہوگا۔ اور اُسیؑ کے بتائے ہوئے اعمال بجالائے جائیں گے تو امامؑ زمانہ کی خوشنودی اور قربت ملے گی انؑ کی محبت اور شفاعت سے بخشش ہوگی۔ اعمال تو ہادی کی اتباع اور پیروی کا ثبوت بنیں گے۔ امامؑ تک رسائی کا ذریعہ قرار پائیں گے۔ مگر نجات امامؑ منصوص کے فیض اور شفاعت سے حاصل ہوگی۔ اس لئے ہدایت کی بنیادؑ یعنی قائمِ آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق، رابطہ اور معرفت ضروری ہے۔

13) ذکرِ وجودیؑ کی اطاعت ہی عبادت اور نجات کی ضامن ہے ورنہ گمراہی ہے

اُبی بن کعب صحابی نماز میں مشغول تھے۔ آنحضرتؐ نے اسے آواز دیکر بلایا۔ اس نے نماز جاری رکھی اور نماز مکمل کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اللہ کا رسولؐ خفا اور ناخوش تھا۔ اس صحابی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے تجھے بلایا تھا تم نے میرے بلانے کی پرواہ نہ کی۔ صحابی نے نماز کا عذر کیا تو حضورؐ نے پوچھا کہ تمہیں نماز کس نے بتائی تھی؟ عرض کیا آپؐ ہی نے نماز سکھائی ہے۔ اب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ذکرِ وجودیؑ کے حکم کی تو تعمیل نہ کی اور ذکر

صوتی کی تعمیل کی ۔لہٰذا ایسی تعمیل کا کوئی فائدہ نہیں ہے جو ایمانِ وجودیؑ یعنی حقیقت ایمان کی نافرمانی کرادے۔یعنی رسولؐ کا یا امامؑ زمانہ کا حکم ماننا لازم ہے۔خواہ نماز توڑ کر تعمیل ہوتی ہو یا کوئی اور نیک عمل ترک کرنا پڑتا ہو۔اس لئے کہ عمل اسی وقت تک نیکی رہتا ہے جب تک امامؑ زمانہ کی خوشنودی شامل رہے ورنہ اعمال کی پابندی بت پرستی بن جائے گی ۔ اعمال تو آپ کے اختیار میں ہیں ۔کریں گے تو ہوں گے نہ کرو گے تو نہ ہوں گے۔بت بھی آپ کے اختیار میں ہیں۔یا آپ کے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا اپنے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کا وہی حال ہے جو اپنے اختیار کردہ اعمال کا حال ہے ۔خواہ وہ اعمال رسولؐ ہی نے کیوں نہ بتائے ہوں۔ان کی پابندی کرنا اور امامؑ زمانہ کے حکم کی اطاعت نہ کرنا بت پرستی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔اگر امامِ زمانہ نے حکم دیا ہو کہ میرے بلانے کے بعد بھی نماز نہ توڑنا ،تو وہ نماز کا نہ توڑنا ممکن ہے کہ امامؑ زمانہ کے حکم ہی کی تعمیل ہو مگر ہم یہ سوچیں گے کہ جس طرح ہمیں یاد ہے کہ امامؑ زمانہ ہی نے فرمایا تھا کہ میرے بلانے پر بھی نماز نہ توڑنا اسی طرح امامؑ زمانہ بھی نہیں بھول سکتے کہ نہ توڑنے کا حکم انہوں ہی نے دیا تھا۔لیکن پھر بھی مجھے بلا رہے ہیں لہٰذا ہم امامؑ زمانہ کی آواز سنتے ہی پہلا کام یہ کریں گے کہ نماز ہو حج کا طواف ہو ایک دم اسے چھوڑ دیں گے اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے لہٰذا ہم ہر تازہ حکم کی اطاعت کریں گے اور قرآن کے حکم کو پہلا نمبر دیں گے یعنی اللہ نے فرمایا ہے کہ؛

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَO(8/24)

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ اور رسولؐ کی پکار پر فوراً لبیک کہا کرو جب کہ رسولؐ تمہیں زندگی بخشنے کے لئے بلایا کرے ۔اور یہ جان رکھو کہ اللہ آدمی کے

اور اس کے دل کے درمیان حائل رہتا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر ہونا ہے۔''

یہاں اللہ کا حائل رہنا امامؑ کا حائل رہنا ہے اس لئے کہ حشر کسی ایک مقام پر ہوگا اور کسی ایک مقام پر اللہ ہوتا نہیں وہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر نئے اور تازہ حکم کی تعمیل کریں گے اور نماز کو یا کسی اور عبادت کو امامؑ کے مقابلے میں ترجیح نہ دیں گے۔ بلکہ اگر وہ فرمادیں کہ نماز پڑھا ہی نہ کرو تو اپنا اجتہاد نہ کریں گے۔

ہمارے اعمال تو **حجج اللّٰہ** کی عملاً قربت حاصل کرنے اور پیروی کر کے ساتھ دینے کے مترادف ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم **حجج** اللہ کیساتھ (شفاعت) کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ اعمال ہی کا نجات کیلئے کافی ہونا محال ہے۔ جو خود ہمارے محتاج اور ہمارے مصنوع (مخلوق) ہوتے ہیں۔ جو لوگ صرف اپنے اعمال کے ذریعہ (بغیر شفاعت **حججؑ** اللہ) نجات کے قائل ہیں وہ اپنے مصنوعہ (مخلوق مثل بُت) سے شفاعت کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے (خلیفہ) **حجج اللّٰہ** کے بجائے اپنے گھڑے ہوئے (بت) اعمال کو تسلیم کرتے ہیں جو خدا کی ایک قسم سے ہمسری ہے۔

14) اعمال کی نتیجہ خیزی

بنیادی تصور یہ رکھنا چاہئے کہ امامِؑ زمانہ ہر وقت اور ہر صورت میں واجب الاطاعت ہیں۔ کوئی نیک عمل ان کی خوشنودی کے بغیر نیکی نہیں بنتا ہے۔ گویا نیکی امامؑ زمانہ کی خوشنودی میں ہے۔ اعمال صالحہ بذات خود نیکی نہیں ہیں۔ چونکہ بعض اعمال صالحہ مسلسل نبیوںؑ میں جاری رہتے چلے آئے ہیں۔ ہر نبیؑ نے ان پر عمل کیا۔ ان کو بجالاتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس تواتر اور لگاتار وقوع نے ان اعمال کو بذات خود نیکی بنادیا ہے۔ لہٰذا حکم ملے یا نہ ملے وہ اعمال برابر عبادت رہیں گے یہ تصور بت

پرستی ہے۔ کسی عمل کو مستقل طور پر عبادت سمجھنا بت پرستی ہے۔ جو آج کل ہر فرقہ میں ہو رہی ہے۔ یہ اس لئے بت پرستی ہے کہ اس تصور اور عملدرآمد سے امامؑ زمانہ بے کارِ محض ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اُنؑ کی ضرورت سامنے آتی ہی نہیں ہے۔ لٰہذا پنجوقتہ نماز پڑھنا، سال بھر میں رمضان کے روزے رکھنا، واجب زکوٰۃ ادا کرنا، خمس نکالنا اور حج کر لینا، کوئی مسئلہ پیش آئے تو تحفۃ العوام اور توضیع المسائل کے مطابق عمل کرنا، لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ اب بتایئے کہ امامؑ زمانہ کی ضرورت کہاں پڑے گی؟ یہ تمام پروگرام صرف اس لئے بت پوجا ہو جاتا ہے کہ اس پروگرام نے امامؑ زمانہ کو بے کار کر دیا ہے۔ لٰہذا نہ یہ نماز فائدہ پہنچائے گی نہ کوئی اور عبادت کام آئے گی۔ کام آنے کی چیز خوشنودیٔ امامؑ زمانہ ہے۔ مندرجہ بالا پروگرام یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ جب اس پروگرام پر پابندی سے عمل کر لیا جائے تو امامؑ زمانہ کو اور اللہ کو خوش ہونا ہی پڑے گا۔ یعنی یہ پروگرام اللہ و رسولؐ کو اور امامِؑ زمانہ کو مجبور کر دیتا ہے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ.....۔

قارئین اس پیراگراف کو بار بار پڑھیئے اور چاروں طرف مسلمانوں کے اعمال و تصورات کو دیکھیں تو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور آپ دیکھیں گے کہ مسلمان (شیعہ وسنی دونوں) بڑے اطمینان سے مذکورہ پروگرام پر عمل پیرا ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ اس پروگرام پر پابندی سے عمل کرنے والے لوگ جنتی اور نجات یافتہ ہیں اور دونوں میں سے کسی کو بھی امامِؑ زمانہ کی نہ کمی معلوم ہوتی ہے نہ ضرورت۔ اور شیعہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ؛

''امامِؑ زمانہ بحکم خدا غائب ہیں۔ ہماری انؑ تک رسائی ناممکن ہے۔ ہم مجبور ہیں لٰہذا معذور ہیں اور معذور بے خطا ہوتا ہے، لٰہذا ہم بے قصور ہیں''

<u>یعنی قصوروار معاذ اللہ، اللہ ہے یا امامؑ ہے۔</u>

ہم مسلمانوں کی اس مستقل بت پرستی سے بریت کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی عبادت خواہ قدیم ہو یا جدید ہو، قرآن میں آئی ہو یا حدیثِ معصومؑ میں بیان ہوئی ہو، نہ مستقل نیکی ہے نہ مستقل عبادت ہے نہ ذریعۂ نجات ہے۔

(1) نیکی اور عبادت اور ذریعہ نجات ہر زمانہ کے امامؑ کی خوشنودی ہے۔

(2) انؑ کے تازہ حکم کی اطاعت ہے۔

اور ہر وہ دلیل باطل ہے جس سے امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود و ضرورت باطل ہوتی ہو۔ یہ کہنا باطل ہے کہ نماز کا حکم تمام انبیاؑ و رسلؑ نے دیا ہے اور تمام آئمہ معصومینؑ نے حکم دیا ہے اور سب نماز بجالاتے رہے اس لئے نماز بجالانا واجب و لازم ہے۔

15) <u>قربةً اِلی اللّٰہ</u>

شیعوں میں ہر عبادت کیلئے قربةً اِلی اللّٰہ کی نیت کی جاتی ہے یعنی عبادتیں اللہ کی قربت دلاتی ہیں۔ یہی بات بت پرستوں نے کہی تھی۔

اَ لَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُ وْا مِن دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى.... (سورۂ زمر 39/3)

''خبردار خالص دین اللہ کیلئے ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا حکمران و ولی بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان حکمرانوں کی عبادت اسلئے کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کی قربت دلا دیں۔''

<u>اللہ کی قربت :</u> قربت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فاصلہ کم ہو۔ دوسری یہ کہ منزلت زیادہ ہو۔ چونکہ اللہ کائنات میں ہر جگہ موجود ہے لہٰذا اس سے فاصلے کا کم و بیش ہونا تو مشرکانہ تصورات ہیں۔ البتہ ہماری قربت اپنے امامؑ زمانہ سے ممکن ہے اور قاعدۂ توحید کی رو سے امامِؑ زمانہ کی قربت ہی اللہ کی صحیح قربت کہلا سکتی ہے اور ہمیں دونوں

طرح کی قربت حاصل ہوسکتی ہے ۔مگر ہماری نیت میں فاصلہ کی کمی نہیں ہوتی بلکہ تقرب یا خوشنودیٔ امامؑ کی نیت ہوتی ہے۔تمام شیعہ یہی نیت کرتے ہیں مگر یہ تصور رکھتے ہیں کہ مذکورہ پروگرام پر پابندی سے عمل کرنا امام زمانہؑ کو مجبور کردیگا کہ وہ قربت یا خوشنودی عطا کریں ۔ہم تازہ بتازہ خوشنودی چاہتے ہیں، تازہ بتازہ حکمِ امامؑ چاہتے ہیں۔دین کے تمام احکام اورنصوص خود اُنکے ماتحت ہیں۔ ہر حکم اوراپنے ایمان وعمل پر آپؑ کی تصدیق وحکم چاہتے ہیں قدیم احکامات پر اندھی تقلید کو حرام سمجھتے ہیں۔

16) جمعہ و عیدین وحج

حج صاحبِ استطاعت پر اور جمعہ وعیدین ہر خاص و عام پر واجب ہیں ان فروعات کی ضرورت و مقاصد وفوائد امامؑ زمانہ کی حکومتِ الٰہیّہ سے وابستہ ہیں۔معصومینؑ کے علاوہ کوئی شخص بھی اس معیار پر پورا نہیں اُتر سکتا۔جمعہ و عیدین حکومتی سطح پر اور حج بین الاقوامی سطح پر اجتماعی کمیونیکیشن کا ذریعہ ہیں۔ تاکہ حضورؑ کے تازہ ترین احکامات کی ترسیل دُنیا کے کونے کونے میں ہو سکے اوردُنیا سے جہالت، مفلسی، بے کسی اور موت کو رخصت کیا جاسکے۔ارضی و سماوی آفات سے متنبہ اور بچاؤ کیا جاسکے۔شرعی حدود قائم رکھی جاسکیں۔اور بنی نوع انسان کو صحت وسلامتی وعلمی منتہائے ترقی پر قدم بقدم بڑھایا جاسکے۔

(تفصیلات کے لئے ''الجمعۃ واجبۃ'' ملاحظہ فرمائیں)

17) مھدویت

کچھ عرصہ پہلے قم مقدس میں زیرِ تعلیم سینکڑوں طلبا اوران کے ہم عقیدہ علمانے محنت شاقہ کے بعد کئی روزہ سیمینار منعقد کروایا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ شیعہ قوم میں سے تصور مہدیؑ کو ختم کرکے ''تصورِ مہدویت'' کو کیسے زندہ رکھا جاسکتا ہے۔یعنی

ایسی حکمت عملی بنائی اور اپنائی جائے کہ ملت شیعہ یہ بھول جائے کہ اس کے زمانے کے امامؑ، امامِؑ العصر والزمان بھی ہیں ۔ کیونکہ وہ بحکمِ خدا غائب ہیں اور یہ غیبت لاکھوں سال پر بھی محیط ہوسکتی ہے ۔اس لئے قوم کے لئے آپؑ کا ہونا یا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔آپؑ سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اب اس کی ضرورت ہے اور جن جن کاموں کی اُمید امامِؑ زمانہ سے تصور کی جاسکتی ہے وہ سارے کام ہم علما نے کرنے ہیں ۔مطلب یہ ہے کہ امامؑ زمانہ کی ذات مقدسہ کی کوئی حیثیت نہیں ان کی صفات ،ان کے فرائض اور ان کے کام ہی اہمیت کے حامل ہیں جو کماحقہٗ ہم علما سرانجام دے رہے ہیں ۔اس طرح کی محافل وسیمینار حال ہی میں کراچی اور اسلام آباد میں ہو چکے ہیں ۔ولایت فقیہ کو تصورِ امامؑ زمانہ سے مخلوط کیا جارہا ہے۔کمزور عقیدہ کی سادہ لوح عوام کو ایک خود ساختہ رہبر(Man Made) کے سامنے اس طرح جھکنے کے لئے کہا جارہا ہے جیسے وہی اس زمانے کے لئے حجتِ خدا ہے۔ان کے احکام ہی اللہ ،رسوؐل و امام کے احکامات ہیں ۔یہ تصور ناصرانِ امام فاؤنڈیشن کی طرف سے عید غدیر کے موقع پر پیش کردہ رباعی سے ظاہر ہورہا ہے۔قارئین رباعی کے الفاظ پر غور فرمائیں؛

دے رہا ہے غدیرِ خم سے پھر کوئی ولی یہ صدا

لے رہا ہے القائم کسی کا ہاتھ دیتے ہوئے یہ صدا

من کنت مولاہ فھذا اسید علی الخامنہ ائی مولاہ

دے رہا ہے ہر مولائی مبارک ہو پسرِ فاطمہ کی صدا

(الف) اسم وصفات اور ذات؛

ہر ذی شعور جانتا ہے اور ادراک رکھتا ہے کہ ذات کے بغیر اسم وصفات وجود

نہیں رکھتیں۔ذات موجود ہوگی تو اس کا نام اور صفات ہوں گی۔ذات کو بھول کر اسماء اور صفات کا تصور رکھنا، جاہلانہ تصور ہے۔اسم اور ذات کے فرق کی اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے اصول کافی کتاب التوحید سے امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

'' لفظ اللہ اِلٰہ سے مشتق ہے اِلٰہ کیلئے ضروری ہے کہ کوئی اس کی عبادت کرنے والا بھی ہو۔اور اسم، مسمّٰی کا غیر ہوتا ہے۔پس جس نے معنی (ذات) کو چھوڑ کر نام کی عبادت کی اس نے کفر کیا اور کسی چیز کی بھی عبادت نہ کی۔اور جس نے نام اور معنی دونوں کی عبادت کی اس نے شرک کیا اور دو کی عبادت کی اور جس نے صرف معنی (ذات) کی عبادت کی تو یہ توحید ہے''اور یہی اللہ کی عبادت ہے۔''

''اے ہشام سمجھو کہ روٹی ایک کھانے والی چیز کا نام ہے۔ نام اور روٹی الگ الگ چیزیں ہیں۔روٹی روٹی کہنے سے یا لکھنے سے پیٹ نہیں بھرتا۔ بلکہ روٹی (ذات) کھانے سے پیٹ بھرے گا۔گویا نام الگ شے ہے اور ذات الگ شے ہے۔نام تو ذات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔۔۔۔''

ذات کو چھوڑ کر نام صفاتِ اعمال و افعال کو ترجیح دینا اُس مشرک ومخلوط معاشرے کا تصور ہے جہاں آل واولاد کیلئے بھی نظامِ اشتراکیت رائج تھا۔واقعہ حرہ کے بعد جب ہزاروں کی تعداد میں تابعین پیدا ہو گئے تو اس تصور نے مزید زور پکڑا۔جب کہ انبیا کرامؑ کی تعلیمات اور قرآن نے حرام وحلال اور خاندانوں کی شناخت برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔بہرحال اسم، اعمال، افعال، صفات، حقوق وفرائض یہ تمام چیزیں ذات ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔پھر امامؑ کی ذات، ہر امامؑ زمانہ کی ذات بابرکات صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کیلئے اللہ کی قابل مشاہدہ ہستی ہوتی ہے مجسم

ذکر، مجسم نور، مجسم ایمان، حجۃ اللہ، مجسم دین، ایمان کل، امینِ افعالِ خداوندی، مجسم صلوٰۃ، مجسم زکوٰۃ (شرک وکفر ومنافقت سے پاک کرنے والا وجود) حجِ وجودی، جہادِ وجودی، خلیفۃ الرحمٰن، مشیت اللہ، ارادۃ اللہ ہوتی ہے۔ ہمارے وقت کے امامؑ اس سب کے علاوہ منتقم، قائمِ قیامت، الداع، المناد، (رجعت الی اللہ) مرجع، مظہر الایمان، شریک القرآن، دافع الظلم والعدوان، بقیۃ اللہ بھی ہیں۔

اللہ اور اس کی وہ تمام قوتیں جو تخلیقِ کائنات ونظمِ کائنات اور ربوبیتِ کائنات کرتی ہیں ان قوتوں کے بنیادی مظہر محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور گیارہ آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں اور قائمِ قیامت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ تمام قوتیں جمع اور مرکوز ہیں۔ آپؑ ایک نظر جسے دیکھ لیں اُس کے سامنے طبقات الارض والسماء روشن ہو جائیں۔ وہ علوم وقوانین کا مجسمہ بن کر رہ جائے۔ آپ کو وہ تمام قدرت واختیارات دیئے گے ہیں جو اللہ کا حقیقی نمائندہ ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ آپ ہی وہ جانشینِ خداوندی، حجت اللہ اور خلیفۂ خداوندی ہیں جو کائنات کی ہر چیز پر غلبہ دلانے کے ذمہ دار ہیں۔ انسانوں کے ہاتھوں پوری کائنات اور موت وحیات کو مسخر کرا کے انہیں اللہ کے حضور پیش کریں گے تا کہ انہیں بلاحساب جنت میں رکھا جائے، وہی حضرات تو ہوں گے جن پر موت والا صور بھی اثر انداز نہ ہوگا۔ (زمر 39/68)

اسلام کی تکمیل اور اسلام کا غلبہ بھی آپؑ ہی کے ہاتھوں ہونا ہے۔ بقائے عالم، زمین پر عذاب سے بچت، مخلوق کیلئے ہمہ قسمی رزق، بستیوں کی سلامتی، بارشوں کا ہونا اور زمین سے برکتیں نکلنا، گنہگاروں کے لئے مہلت توبہ، نزولِ عذاب میں تاخیر آپؑ کی ذاتِ بابرکات سے ہیں۔ ہمارے ہر عمل کی نتیجہ خیزی بھی آپؑ ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔ قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ بھی امامؑ عصر والزمان ہی ہیں، مزید یہ کہ؛

پوری کائنات کی خبر رکھنا اس میں تدبیریں کرنا، کائنات پر عملاً حکمران ہونا، کائنات کی تمام مخلوقات کا مجسم اور باشعور ہو کر امامؑ کے سامنے جواب دہ ہونا، قرآنی تصورات اور وعدوں کی تکمیل، عدل وانصاف قائم کرنا، محروم الجزا لوگوں کو رجعت اِلی اللہ کرانا اور اللہ کو سو فیصد عادل ومنصف وعلیم وحکیم وقدیر ثابت کرنا۔ حجتؑ اللہ فی الخلق، رب الارض والسماوات، رہبر وراہنمائے انسانیت، انسانیت کی منتہائے ترقی آپکا منصب ہے۔ مکمل حق اور مکمل عدل کو دنیا میں ظاہر اور غالب کرنا، پوری نوع انسان کو ایک کلمہ اور ایک دین پر متفق کرنا، دنیا سے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت مٹا دینا، پھٹے ہوئے متغیر دلوں میں الفت پیدا کرنا۔ حق حکومت اور حقوق العباد حقداروں کو پہنچانا، کسی کے خوف سے حق کا کوئی پہلو اوجھل نہ ہونے دینا کارِولایت میں شامل ہیں۔

حضورؑ کے زمانہ میں احکاماتِ خداوندی نافذ ہوں گے، آپکے حکم سے اسلام کے دشمنوں سے جہاد ہوگا، مال فے کا حصول اور تقسیم عادلانہ ہوگی، جمعہ جماعت، عیدین اور حج کے متعینہ نتائج وفوائد حاصل ہوں گے۔ اس زمانے میں دوستدارانِ محمدؐ وآل محمدؐ بدر واُحد کے شہیدوں کی طرح شہدا کے مقام پر وفات پائیں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمکے گی۔ لوگ ملائکہ سے رابطہ کر سکیں گے اور ان سے مدد لے سکیں گے۔ لوگ ہزار ہزار سال کی عمریں پائیں گے۔ بیٹا یا بیٹی والدین کی مرضی سے پیدا ہوں گے، ایک ہی لباس کا سائز اور رنگ اپنی مرضی سے تبدیل ہوتا رہے گا۔ شر وفساد میں کچھ باقی نہ رہے گا۔ نہ زہریلی چیزیں رہیں گی۔ شیطان بے دست و پا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ حسد وفساد بھی نہ رہے گا۔

ہمارے امام معصوم ہستی ہیں طیب وطاہر ومطہر ہیں۔ آپ سے خطا وغلطی کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ اپنی خواہش سے بات ہی نہیں کرتے جب تک اللہ کی

طرف سے وحی نہ ہو۔آپؑ کے احکامات ہی خالص شریعت ہونگے ۔رسولؐ اللہ بھی اس موقع پر ہوتے تو انؐ کا حکم وعمل بھی وہی ہوتا جو امامؑ زمانہ کا حکم وعمل ہوگا۔ یہ سوچ بھی بالکل غلط ہے کہ کربلا میں امام وقت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت مختلف تھی ۔رسولؐ اللہ بھی وہی کچھ کرتے جو امام حسینؑ نے کیا۔آپکا ہر تازہ حکم اللہ تعالیٰ کا آخری اور فائنل حکم ہوگا ۔ ہمارے امامؑ خدا کی خدائی ، پوری کائنات کا نظم ونسق چلانے کیلئے تدبیریں اور احکامات صادر فرمارہے ہیں ۔الامان الحفیظ ۔انکو ضبط تحریر میں لانا انسان کیلئے ممکن ہی نہیں ۔ولایت علیؑ سے انکار کے بعد ناصبیوں نے علم کا دروازہ اپنے ہی ہاتھوں بند کردیا جسکے بعد ہمارا کائناتی علم بھی محدود ہو کر رہ گیا۔وہ دروازہ اب ہمارے امامؑ ہی کھولیں گے اور انسان کے ہاتھوں کائنات کو مسخر کر کے دکھائیں گے۔ یہ ہے مختصر ترین اور بقدر ضرورت مہدیؑ اور مہدویت کا اجمالی خاکہ۔

مہدویت کے دعویداروں کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے اپنے علمی حدود اربعہ کا ادراک کریں، اپنی قدروں پر غور فرمائیں ۔قیادت و نیابت ومہدویت کے دعویدار کو الحق والھدیٰ پر حق الیقین کی حد تک سو فیصد مطلع ہونا لازم ہے ۔انکا ہر مسئلہ، ہر فیصلہ حق وہدایت ہونا چاہئے ۔ان کا اللہ و امامؑ سے براہِ راست رابطہ بھی ہونا واجب ہے۔انہیں مسئلہ کے بعد واللہ اعلم بالصواب کی ضرورت بھی نہیں ہونا چاہئے ۔ یہ حضرات اُمت کو گمراہی ونقصان سے بھی نہیں بچاسکتے ۔اُمت کو تفرقہ سے بچانے کی بجائے مسائل میں اختلاف کر کے سینکڑوں مراکز بنا کر تفرقہ بازی کے ذمہ دار ہیں۔ایک مثال ہی کافی ہے کہ شھادتِ ثالثہ کے مسئلہ پر مسجدیں اور قبرستان تک تقسیم اور علیحدہ ہو چکے ہیں۔

قارئین غور فرمائیں کیا خاطی انسان ان تمام افعال واعمال وحقوق وفرائض جو کہ

مختصراً تحریر کئے گئے ہیں ان سب کا امین ہوسکتا ہے؟ یہ بجا ہے کہ اللہ، رسوؐل و امامؑ کے احکامات کی بجا آوری لازم ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کرنا بھی لازم ہے۔ لیکن ان امور واحکامات کا اجراء امامِ زمانہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ یہ صرف معصومؑ ہستی ہی کے حقوق و فرائض ہیں۔ خاطی انسان کے بس کی بات ہر گز نہیں۔ ان لوگوں نے امامؑ زمانہ کی ذاتِ مقدس کو عوام کے سامنے ایسے پیش کیا، آپؑ کی غیبت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایسا غائب کر دیا کہ آپ حضرؑت کی خاطر خواہ ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی کوئی نقصان۔ اب آپؑ کے حقوق و فرائض پر کھینچ تان کر قبضہ کرنے کے درپے ہیں۔ امامِ زمانہ کو مکمل طور پر معطل کرنا چاہتے ہیں اور رحمانی نظام کو معطل کر کے شیطانی نظام کو رحمانی نظام کے نام سے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ مندرجہ بالا پیراگراف شروع سے آخر تک بار بار مطالعہ فرمائیں۔ ایسی سوچ اور ذہنیت سے چوکنّا اور ہوشیار رہیں جو حکمرانی حاصل کرنے اور اسے دوام بخشنے کیلئے شیطانی وسوسوں پر عمل پیرا ہیں۔ سادہ لوح عوام کو اغوا کر رہے ہے۔ ان ہی لوگوں کیلئے امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

''امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن وہ فقہا ہوں گے جن کی تقلید کی جارہی ہوگی وہ اہل اجتہاد ہوں گے، جب وہ دیکھیں گے کہ امامِ زمانہ ان کے فتوؤں کے خلاف حکم دے رہے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ امامؑ کے دشمن ہو جائیں گے بلکہ اگر امامؑ کے ہاتھ میں تلوار نہ ہوتی تو یہ فقہا ان کے قتل کا فتویٰ دے دیتے۔ چونکہ اللہ امامؑ کو تلوارِ قاطع اور اخلاقِ کریمہ کے ساتھ ظاہر کرے گا تو یہ ان کے خوف اور مقام کے لالچ کی وجہ سے ان کا حکم مانیں گے اور امامؑ کی عداوت کو دل میں چھپائیں گے اور ایمان کا اظہار کریں گے۔ جب امامؑ ظہور فرمائیں گے تو ان

فقہا کے علاوہ کوئی بھی ان کا کھلم کھلا دشمن نہیں ہوگا۔

(مجمع النورین صفحہ 345، مستدرک ج3 صفحہ 143-142، عصر ظہور صفحہ 371، کتاب الاربعین صفحہ 230)

18) نصرت وناصرین

قارئین! یہ بات آپ کے مشاہدہ میں ہوگی کہ ہمارے بہت سارے علما، فقہا و مجتہدین اپنی ذاتی منفعت اور اقتدار وحکمرانی کی خاطر امامؑ عصر والزمان کی ذات مقدس کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ سادہ لوح عوام کو مہدویت کے چکر میں اغراض و مقاصد و منصبِ امامت پر قبضہ کرنے، اقتدار وحکمرانی حاصل کرنے کے بعد اسے طول دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ان حضرات کو چاہئے تو یہ تھا کہ حکومت الٰہیّہ کے لئے راہیں ہموار کرتے۔ نصرتِ امامؑ کیلئے ناصرین تیار کرتے، قلتِ انصار ختم کرتے، ظہورِ امامؑ کیلئے منظّم اجتماعی جان توڑ کوششیں کرتے لیکن انہوں نے امامؑ ہادی اور شریک القرآن کو قرآن کے ساتھ ساتھ مانتے ہوئے بھی امامِؑ زمانہ کی ذات بابرکات کو ایسا غائب کر دیا کہ اب نہ ان سے کوئی تعلق رکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے نہ ہی ان کی کوئی کمی یا ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ یہ حضرات ہر لحاظ سے خود مکتفی ہیں۔ ناصبیوں کی طرح امامِؑ زمانہ کے نام پر حکومت الٰہیّہ کی جگہ اپنی ذاتی قومی وملکی حکومت وولایت نصب کر کے سادہ لوح عوام سے اسے حکومت وولایت الٰہیّہ تسلیم کرانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

مدد اور نصرت

مدد وہ تعاون ہے جو کسی کمزور ذات کیلئے کیا جاتا ہے۔ جب کہ کسی مقصد یا مشن جیسے کارِ نبوتؐ و امامتؑ کی تکمیل میں تعاون نصرت کہلاتا ہے۔ یہ نصرت اللہ کی نصرت

کہلاتی ہے (سورۂ الصّف 61/14) اللہ نے اپنی نصرت کرنے والوں کو ثابت قدم اوران کی نصرت کا وعدہ کیا ہے (سورہ محمدؐ 47/7)۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو ولایت محمدؐ وآل محمدؐ کی طرح کسی صورت میں، کسی حالت میں، کسی عمر میں، کسی صنف پر ساقط نہیں ہوتا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد کسی نہ کسی صورت میں ساقط ہو سکتے ہیں۔ لیکن نصرتِ نبوتؐ وامامتؑ ہمہ وقت واجب بلکہ لازم ہے۔

اللہ نے ہمیں متعدد بار انصاراللہ بننے کا حکم دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے نفاذ و تکمیل کیلئے انبیاؑ وآئمہؑ کو مشن سونپتا ہے۔ وہ حضراتؑ اس کام کے لئے انسانوں سے نصرت طلب فرماتے ہیں جو کہ بالواسطہ اللہ ہی کی نصرت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو کوئی کمزوری لاحق ہوگئی ہے یا اس کے ارادے کمزور پڑ گئے ہیں۔ درحقیقت یہ طلبِ نصرت انسانوں کا امتحان ہے تاکہ لبیک کہنے والے کامیاب و کامران لوگوں کو انسان کے مقررہ انتہائی انعامات الٰہیّہ سے سرفراز کیا جائے۔ جو اہل بیتؑ اطہار کی نصرت کرتا ہوا مرتا ہے وہ مقام شہادت پر فائز ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو اس نصرت سے لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا ہے یا مخالفت کرتا ہے وہ ابدی لعنتوں کا حقدار بن جاتا ہے۔ اس کے تمام اعمال وعبادات منہ پر مار دئے جائیں گے۔ تمام نیکیاں بے کار ہو جائیں گی۔ اس میں درمیانی کوئی راستہ نہیں۔ ایک طرف جنت میں اعلیٰ مقام دوسری طرف جہنم کے عمیق گڑھے۔

حضرت سیدالانبیاؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص محمدؐ وآلؑ کی نصرت کا استغاثہ سن لیتا ہے اوراس کے بعد بھی ان کے حق کے حصول میں ان کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل واصل جہنم کرتا ہے۔ امام مظلومِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استغاثہ طلبِ نصرت ''ھل من ناصر'' کربلا میں انسانوں کا امتحان اوران کے درمیان فیصلہ

تھا۔ یہ استغاثہ تا قیامت لاگو ہے جو خبیث وطیب مومنوں (ناصرین اور دشمنان و خاذلین) کو جدا جدا کرتا چلا جائے گا۔

19) نصرتِ امامؑ زمانہ واجب ہی نہیں بلکہ لازم ہے

نصرتِ معصومینؑ انتہائی اہم فریضہ ہے۔ نصرت ہی ایمان کی پہچان اور باوقار محبت ''المودۃ'' کا تعارف ہے۔ واجب احکام وقت اور حالات کے تحت ساقط ہو سکتے ہیں لیکن یہ فریضہ کسی وقت، کسی حالت اور کسی صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ نصرت امامِؑ زمانہ بچے بوڑھے جوان، خواتین و مرد، امیر و غریب، نادار، معذور و بیمار ہر شخص پر لازم ہے۔ نصرتِ امامؑ کے مقابلہ میں کوئی شرعی عُذر، عبادات و اعمال قابل قبول نہیں۔ نصرتِ امامِؑ زمانہ ہی حقیقی کامیابی اور فلاح و نجات کی کنجی ہے۔ یہ حقیقت کربلا والوں نے قدم قدم پر ثابت کی ہے ان کے کردار رہتی دُنیا تک مشعل راہ رہیں گے۔

طلبِ نصرت پر بوقت احتیاج انسان تین حالتوں میں ہو سکتا ہے۔

(i) لبیک کہنے والا ''ناصر''

(ii) مخالفت کرنیوالا دشمن ''مخالف''

(iii) نصرتِ امام سے دست کش اور غیر جانبدار بن کر اور لاتعلق ہو کر بیٹھنے والا ''خاذل''

آئمہؑ طاہرین نے خاذل کو دشمن کے ساتھ شامل کر کے ملعون و مردود قرار دیا ہے۔ حضرت امام جعفرؑ صادق نے مظلومِؑ کربلا کی زیارت پڑھتے ہوئے فرمایا؛

''اے میرے مظلوم وشہید آقا! ہر اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے آپؑ کو شہید کیا یا آپؑ کی نصرت سے دست کش ہو کر غیر جانبدار بن کر بیٹھ گیا یا جو مخالفین کے ساتھ گیا یا ان کے اس بدترین فعل پر راضی ہو گیا اور ان سے مقاطعہ نہ کیا۔ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ سارے کفار و مشرکین ہیں۔ اللہ اور

اس کے رسولؐ ان سے برائت کرتے ہیں۔‘‘ (بحارالانوار، مفاتیح الجنان)

20) ناصرین امامؑ کا معیار

کربلا ہی وہ مقدس درسگاہ ہے جس میں انسانیت کے ہر پہلو کا قائم رہنے والا خدائی معیار ملے گا۔ انصاران و جانثارانِ امامؑ مظلوم کے انفرادی کردار و تذکرے مجالس میں ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ ہمیں بھی ان کی مثل اپنے آپ کو امامؑ العصر والزمان کی نصرت میں ہمہ قسمی بے دریغ قربانی کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ نصرتِ امامؑ مظلوم میں خواتین نے اپنے گھروں کو خیر باد کہا، ماؤں نے اپنے بیٹے اپنے ہاتھوں سے سجا کر قربانی کیلئے پیش کئے، ان کی لاشوں پر ماؤں نے فخر کیا، بہنوں نے معصوم و جوان بھائی خوشی خوشی پیش کئے، خواتین اپنے شوہروں اور سہاگوں کو نصرتِ امامؑ پر رضامند کرتی رہیں۔ سب سے بڑھ کر نصرتِ امامؑ میں بغیر مقنعہ و چادر شہر بہ شہر پا بہ زنجیر تشہیر کی ذلت قبول کرلی (ہمارا اسلام ہو ان خواتین پر)۔

بیمار امامؑ زین العابدین دین کی نصرت میں گلیوں اور بازاروں کے ہر موڑ پر شہید ہوتے رہے۔ گلیوں بازاروں اور درباروں میں پا بہ زنجیر لائے گئے۔ بچے جوان بوڑھے غرضیکہ ہر کردار نے نصرت، جانثاری اور بیعت پر وفادار اور پورا اُترنے کا حق ادا کردیا۔ کربلا والوں نے واضح کر دیا کہ میدانِ نصرت میں کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ نصرت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا اس لئے کبھی اور کسی وقت بھی نصرت کے کسی موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہے۔ اپنے انتظام، طاقت، وسعت سے بڑھ کر حق ادا کرنا چاہئے۔ اسے روز افزوں ترقی دینا چاہئے اور شرف قبولیت کیلئے امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نظرِ عنایت و کرم کی استدعا کرنی چاہئے۔

21) بیعت

سودا دیکر قیمت وصول کر لینا ''بیع'' کہلاتا ہے۔قرآنی الفاظ میں اپنے نفوس اور اموال کو اللہ کے ہاتھوں بیچ دینے کے عہد کو ''بیعت'' کہتے ہیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ؛

''تمہاری جان کی قیمت صرف اور صرف جنت ہے لہٰذا جنت کے سوا کسی اور قیمت پر اپنی جان کو نہ بیچنا۔''

اسلئے بیعت صرف ان ہاتھوں پر ہوسکتی ہے جو اللہ کی رضا اور جنت کے ضامن ہوں۔محمدؐ و آل محمدؐ ہی وہ ہستیاں ہیں جو اللہ کے ہاتھ، اللہ کی رضاؤں کے مالک اور جنتوں کے وارث ہیں۔انہی سے بیعت واجب و لازم ہے۔خود کو فروخت کر دینے کے بعد انسان اپنے اوپر کوئی اختیار باقی نہیں رکھتا۔اپنے جملہ حقوق اُسی ہستی کے ہاتھوں میں دے دیئے جاتے ہیں جس کی اس نے بیعت کی ہو۔

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ؛

''جس انسان کی گردن میں امامؑ کی بیعت نہ ہو یا اس کی گردن پر امامؑ وقت کا عہد و پیمان نہ ہوگا وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔''

حجۃ الوداع کے موقعہ پر غدیر کے مقام پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مرتبہ اپنے اوصیاؑء کا ذکر فرمایا۔چار مرتبہ ان کے نام بیان فرمائے اور صرف حضرت علیؑ کی نہیں سب کے سب بارہ آئمہؑ طاہرین کی بیعت حاصل کی۔یعنی تمام اُمتِ مُسلمہ کو ان بارہ آئمہ معصوؑمین کی ملکیت میں دے دیا۔اس اعلان اور بیعت کے بعد دین مکمل ہوگیا۔اس لئے جب تک کوئی انسان خود کو اپنے زمانہ کے امامؑ کی ملکیت قرار نہیں دے گا اس کا دین و ایمان بھی مکمل نہیں ہوگا۔اس کی کوئی

عبادت قبول نہیں ہوگی۔ ہمیں عملاً ثابت کرنا ہوگا کہ ہم نے خود کو امامؑ عصر والزمان کے ہاتھوں بیچ رکھا ہے اور عبد مملوک ہیں یہی لوگ فائز المرام ہونگے اور یہی نصرتِ امامؑ کی پہلی سیڑھی ہے۔

قارئین کرام یہ یاد رکھیں کہ بیعت دراصل ایک عہد و پیمان ہے یہ ایک طرح کا سودا ہوتا ہے۔ جس میں ہم لوگ بیع یعنی فروخت ہو رہے ہوتے ہیں۔ فروخت تبھی مکمل ہوگی جب دوسرا اسے خرید رہا ہو۔ یقیناً اس خریدنے والے کی بھی کچھ شرائط ہوں گی۔ ناکارہ یا حرام مال کوئی کیونکر خریدے گا۔ قرآن کریم سورہ ممتحنہ میں رسالت مآبؐ کی بیعت کی شرائط موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ نے امامؑ العصر والزمان کی بیعت کی شرائط بیان فرمائے ہیں۔ وہ احکامات جن پر بیعت کا انعقاد ہوتا ہے فہرست کی صورت میں وہ شرائط درج ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیں؛

1) تم شرک نہیں کروگے۔

2) اپنی اولاد کو قتل و ہلاک نہیں کروگے۔

3) اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے مابین بہتان نہیں باندھوگے۔

4) کسی بھی معاملے میں سرورِؐ کونین کی نافرمانی نہیں کروگے۔

5) چوری نہیں کروگے۔

6) زنا نہیں کروگے۔

7) کسی مسلمان کو گالی نہیں دوگے۔

8) کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کروگے جس کا خون امامؑ نے حرام قرار دیا ہو۔

9) کسی کی چادر اور چاردیواری کی حُرمت کو پامال نہیں کروگے۔

10) کسی کا مکان بغیر اس کی رضا کے نہیں گراؤگے۔

11) کسی کی بلا وجہ مار پیٹ نہیں کرو گے۔

12) سونا چاندی کے خزائن جمع نہیں کرو گے۔

13) گندم اور جو وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرو گے۔

14) یتیم کا مال نہیں ہتھیاؤ گے۔

15) کسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دو گے۔

16) مسجدوں کو ویران نہیں کرو گے۔

17) کوئی نشہ آور چیز استعمال نہیں کرو گے۔

18) ریشم یا ریشم سے ملا ہوا کپڑا نہیں پہنو گے۔

19) سونے سے آراستہ پیٹیاں نہیں باندھو گے۔

20) کسی کا راستہ نہیں روکو گے۔

21) کسی مسافر کو نہیں ڈراؤ گے۔

22) لواطت نہیں کرو گے۔

23) کسی کا کھانا پینا بند نہیں کرو گے چاہے گندم کا ہو یا جو کا۔

24) قناعت کو ترک نہیں کرو گے۔

25) نجاست سے آلودہ نہیں رہو گے۔

26) پاکیزہ خوشبو کا استعمال ترک نہیں کرو گے۔

27) نیکیوں کا حکم دو گے۔

28) لوگوں کو برائیوں سے روکو گے۔

29) اپنے رخساروں کے نیچے خاک کو تکیہ بناؤ گے۔

30) ترکِ جہاد نہیں کرو گے یعنی تم ایسا جہاد کرو گے جیسا جہاد کرنے کا حکم ہے چاہے

وہ جہاد بالنفس ہو یا جہاد بالکفر، بیعت امامؑ میں رہ کر کرو گے۔

دورِ غیبت کے مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات کیلئے حضرت امامؑ جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ ''یومیہ فرائض میں سے ہر فریضہ کے بعد تجدید بیعت حضرت حجتؑ واجب ہے۔ خصوصاً ہر جمعہ کے روز، بلکہ مستحب ہے کہ ہر فریضہ شرعی کے ادائیگی کے بعد تجدید بیعت کریں۔''

22) معاہدۂ نصرت برائے حضرت حجتؑ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُجَدِّدُلَهٗ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ عَهْدًا وَّ عَقْدًا وَّ بَیْعَةً فِیْ رَقَبَتِیْ (2) اَللّٰھُمَّ کَمَا شَرَّفْتَنِیْ بِهٰذِهِ التَّشْرِیْفِ وَفَضَّلْتَنِیْ بِهٰذِهِ الْفَضِیْلَةِ وَخَصَّصْتَنِیْ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ فَصَلِّ عَلٰی مَوْلَایَ وَ سَیِّدِیْ صَاحِبِ الزَّمَانِ وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَ اَشْیَاعِهٖ وَ الذَّابِّیْنَ عَنْهُ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُسْتَشْهَدِیْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ طَائِعًا غَیْرَ مُکْرَهٍ فِی الصَّفِّ الَّذِیْ نَعَتَّ فِیْ کِتَابِکَ فَقُلْتَ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَرْصُوْصٌ عَلٰی طَاعَتِکَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِکَ وَ اٰلِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَام ۔(3) اَللّٰھُمَّ هٰذِهٖ بَیْعَةٌ لَهٗ فِیْ عُنُقِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ۔(4) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُجَدِّ دُلَهٗ فِیْ صَبِیْحَةِ یَومِیْ هٰذَا وَمَاعِشْتُ مِنْ اَیَّامِیْ عَهْدًا وَّ عَقْدًا وَّ بَیْعَةً لَهٗ فِیْ عُنُقِیْ لَا اَحُوْلُ عَنهاَ وَلَا اَزُوْلُ اَ بَدًا (5) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَ اَعْوَانِهٖ وَالذَّابِّیْنَ عَنْهُ وَالْمُسَارِعِیْنَ اِلَیْهِ فِیْ قَضَآءِ حَوَائِجِهٖ وَالْمُتَمَثِّلِیْنَ لِاَوَامِرِهٖ وَالْمُحَامِیْنَ عَنْهُ وَالسَّابِقِیْنَ اِلٰی اِرَادَتِهٖ (6) اَللّٰھُمَّ اِنْ حَالَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِیْ جَعَلْتَهُ عَلٰی عِبَادِکَ حَتَمًا مُقْتَضِیًّا فَاَخْرِجْنِیْ مِنْ قَبْرِیْ مُؤْتَزِرًا کَفَنِیْ شَاهِرًا سَیْفِیْ مُجَرِّدًا قَنَاتِیْ مُلَبِّیًّا دَعْوَةَ الدَّاعِیْ فِی الْحَاضِرِ وَالْبَادِیْ (7) اَللّٰھُمَّ اَرِنِیْ

اَلطَّلْعَةَ الرَّشِيْدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِيْدَةَ وَاكْحُلْ نَاظِرِی بِنَظْرَةٍ مِنِّیْ اِلَیْهِ وَ عَجِّلْ فَرَجَهٗ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهٗ وَاَوْسِعْ مَنْهَجَهٗ وَاسْئَلُکَ رَبِّیْ مُحَجَّتَهٗ وَانْفِذْ اَمْرَهٗ وَاشْدُدْ اَزْرَهٗ وَاعْمُرْ بِهٖ بِلَادِکَ وَاَحْیِ بِهٖ عِبَادِکَ۔

(آمین بحقِ معصومینؑ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدؐ ۔

ترجمہ: معاہدۂ نصرت

یا اللہ حقیقت یہ ہے کہ میں آج بھی (قائمؑ آلِ محمدؐ) کے لئے ہر روز کی طرح اپنے اُس معاہدہ کی اور اُن کے ہاتھ خود کو فروخت کر دینے کے بندھن کی تجدید کر رہا ہوں جس کی تعمیل کی ذمہ داری میری گردن میں لٹک رہی ہے۔ (2) چنانچہ اے اللہ جس طرح تو نے مجھے اُس عہد و پیمان اور بیعت ایسی شرافت سے مشرف کیا ہے۔ اور اس عظیم الشان بزرگی تک پہنچایا ہے۔ اور اپنی ایسی نعمت عظمیٰ کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ اسی طرح میں التجا کرتا ہوں کہ تو میرے مولاؑ میرے حکمرانؑ اور مالکِ زمانہؑ پر دُرود و سلامتی جاری رکھ اور تو مجھے اُنؑ کی نصرت کرنے والوں میں، اُنؑ کے مشن کی اشاعت کرنے والوں میں اور اُنؑ کا دفاع کرنے والوں میں سے بنا دے۔ اور مجھے آزادانہ اور دل کی پوُری رضامندی کے ساتھ آنخضرتؑ کے حضور حاضر رہنے والوں میں سے بنا دے تا کہ میں بھی اُن لوگوں کی صف میں شمار ہو جاؤں جن کی مدح کرتے ہوئے تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی صف تو گویا سیسہ پلائی ہوئی بُنیادوں پر اطاعتِ خدا اور رسولؐ و آلِ رسولؐ کے لئے اُستوار کی گئی ہے۔ (3) اَے اللہ چونکہ مجھ پر آنخضرتؑ کی بیعت کی ذمہ داری قیامت تک عائد ہے۔ (4) اس لئے آج بھی علی الصباح گزرے ہوئے دِنوں کی ہر صبح کی طرح اپنے اُس عہد و پیمان اور بیعت کی پھر تجدید کرتا ہوں جس کی تعمیل میرے ذمہ ہے۔

میں اس ذمہ داری سے قیامت تک منہ نہ موڑوں گا اور نہ ہی کبھی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں میرے قدموں میں لغزش آئیگی۔(5) اس لئے اے اللہ مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے تو مجھے اُنؑ کی نصرت کرنے والوں میں اور اُنؑ کے معین و مدد گاروں میں اور اُنؑ کے دشمنوں سے اُن کا دفاع کرنے والوں میں اور اُنؑ کی طرف تیزی سے بڑھنے والوں میں اور اُنؑ کی ضروریات پوری کرنے والوں میں اور اُنؑ کے احکام کی مستند تعمیل کرنے والوں میں اور اُنؑ کی طرف سے وکالت کرنے والوں اور اُنؑ سے عقیدت رکھنے والے درجہ اوّل کے لوگوں میں سے بنادے۔(6) اور اَے اللہ اگر میرے اور آنحضرؑت کے درمیان وہ موت رُکاوٹ بن کر حائل ہو جائے جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے حتمی اور معمول کے مطابق ایک لازمی فیصلہ قرار دے رکھا ہے۔ تب اَے اللہ مجھے میری قبر سے اس طرح اُٹھانا کہ میں کفن کو جنگ کیلئے سنوارے ہوئے اور اپنی تلوار بلند کئے ہوئے اپنے نیزہ کی اَنی برہنہ کئے ہوئے لبیک لبیک کہتا ہوا حضوؑر کی دعوت پر تمام نزدیک و دُور کے انصار کے ساتھ حاضر ہو جاؤں۔

(7) اَے اللہ میرے دیدہ نگراں میں ایسا سُرمہ لگا دے کہ میری پُر امید نظریں اُنھیں دیکھنے کی تاب لائیں۔ اور مجھے اُن کے ہدایت آفریں رُخ انور کی اور مدح نواز چہرۂ زِیبا کی زیارت سے بہرہ اندوزی کا موقع دے۔ اُنؑ کی طرف سے نوازشات کو جلد سے جلد ظاہر فرمادے۔ اُنؑ کی تشریف براری ہم پر آسان کردے اُنؑ کے طریقہ کی وسعتوں میں اضافہ فرما کر ہمیں بھی اُن میں شامل کرلے۔ اور اَے میرے پروردگار میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اُنؑ کے مقامِ حجت کو اور اُنؑ کے نظام کو برسرِ عام جاری فرمادے۔ اُنؑ کو مضبوط پشت پناہی عطا فرمادے اور اپنی دُنیا کو اُنؑ کے ہاتھوں تعمیر ہونے اور اپنے بندوں کو زندگی عطا کرنے میں مدد فرما۔

(آمین بحقِ معصومؑین اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ)

ہر شخص کو جو نظامِ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیہم پر ایمان لانے کا مدعی ہو۔ واجب ہے کہ **حضرت حجۃ صلوٰۃ اللّٰہ علیہ** کے سامنے خود کو ہر لمحہ ذمہ دار سمجھے اور روزانہ اس معاہدہ کی تجدید کرتا اور اس میں مذکورہ ذمہ داریوں کو بجالاتا رہے اور حقوق العباد کو ادا کرتا رہے تا کہ ایک ایسی منظّم جماعت تیار ہوجائے جو سرکارِ **زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام** کے نظام کو قائم کرنے میں اُنؑ کی نصرت کیلئے ہر وقت تیار رہے۔ اور اہل باطل اس جماعت کے وجود وقوت وہم آہنگی سے خوفزدہ رہیں۔

23) نصرت کیلئے شاہراہ، شاہراہِ انسانیت یعنی عزاداری

ظہورِ امامؑ العصر والزمان منظّم، اجتماعی اور جان توڑ کوششوں کے بغیر ممکن نہیں، قیامِ ولایتِ قائمِ آلِ محمدؐ ہی وہ ذریعہ ہے جس سے تکمیلِ دین اور غلبۂ اسلام اور امامِؑ وقت کے فیوض و برکات کی فراوانی ہوگی۔ دورِ غیبت کا طویل ہوتے جانا ظاہر کرتا ہے کہ ابھی تک پُر خلوص، با اعتماد، با کردار، منظّم انصاران کی قلت ہے اور مرکزیت سے دوری ہے۔

اس دُنیا میں کربلا ہی واحد لاریب درس گاہ ہے اور عزاداریٔ حسینؑ مظلوم ہی بلا شک وشبہ واحد ادارہ ہے جو بلا تفریق رنگ ونسل، ملک وقوم، مذہب وملت ہر شعبہ سے منسلک، ہر عمر کے افراد اور ہر دو صنف کے انسانوں کو نظم وضبط میں لا کر متحد وہم آہنگ کرسکتا ہے اور کررہا ہے۔ صرف یہی وہ تربیت ساز ادارہ ہے جو فطرت سے ہم آہنگ رہتے ہوئے ہر انسان کی کردار سازی کرتا ہے۔ یہی سلسلۂ عزاداری ہی تو ہے جو تمام انسانیت کو بلا تفریق معصومؑ مرکز وقیادت سے وابستہ کرسکتا ہے اور کررہا ہے۔ مزید یہ کہ خوشنودیٔ اللہ وامامؑ کا ضامن ہے۔

عزاداریٔ اماؑمِ مظلوم نصرتِ امامؑ زمانہ کا سہل ترین عملی ذریعہ ہے۔عزاداری انصاران کی نرسری ہے۔اس کے ذریعہ سے پُرخلوص بااعتماد، باکردار انصاران کو منظّم کرکے مرکز کے نزدیک لایا جا سکتا ہے۔یہاں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے نام نہاد علما نے عزاداری کی روح کو سلب کرکے مقصدیت سے دور کر دیا ہے۔کیونکہ عزاداریٔ امامِ حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتہائی مقصد ہی قیامِ ولایت حجتِؑ خدا، امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔نام نہاد ولایتیں نہیں بلکہ صرف اور صرف ولایت وحکومتِ قائمِؑ آلِ محمدؐ ہی انسانیت کی منتہائے ترقی وفلاح کی ضامن ہے۔ہمیں قربۃً الی اللہ سے آگے بڑھنا ہے۔انسان کیلئے اس سے آگے کی انتہائی منزل خوشنودیٔ اللہ و امامؑ ہے۔اللہ و اماؑم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے تمام دینی احکام پر امامِ زمانہؑ کا تائیدی حکم لازم ہے، ہمارے ایمان وعمل وعقائد پر اماؑمِ زمانہ کی تصدیق وحکم بھی لازم ہے۔(مزید تفصیل کے لئے کتاب ’’مرکزِ انسانیت ،مقصدِ شہادت وعزاداریِ حسینؑ ملاحظہ فرمائیں)۔

اللہ واماؑم ہمیں اپنے انصاران میں شامل ہونے اور اپنی رضا حاصل کرنے میں ہماری مدد فرمائیں۔آمین بحقِ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم۔

والسلام